شہید قائد علامہ عارف حسین الحسینیؒ
کی شخصیت کی ایک جھلک

امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان (شعبہ محبینؑ)

علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ کے چہلم کی
مناسبت سے حضرت امام خمینیؒ کا تعزیتی پیغام

پاکستان کے باشرف اور غیور عوام جو حقیقی معنوں میں ایک انقلابی ملت ہیں اور اسلامی اقدار کے پابند ہیں اور جن سے ہمارا بہت قدیمی، گہرا انقلابی، ایمانی اور ثقافتی رشتہ ہے میں انہیں اس امر کی تاکید کرنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ وہ شہید راہ حق (علامہ عارف الحسینیؒ) کے افکار کو زندہ رکھیں اور ابلیس زادوں کو حضرت محمدؐ کے حقیقی اسلام کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کی اجازت نہ دیں۔

المہدیؑ ادارہ تربیت اسلامی
آئی ایس او پاکستان

بسم الله الرحمن الرحيم

دعائے امام زمانہؑ

اَللّٰهُمَّ كُنْ لِوَلِيِّكَ الْحُجَّةِ بْنِ الْحَسَنِ
صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آبَائِهِ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ
وَفِيْ كُلِّ سَاعَةٍ وَلِيًّا وَحَافِظًا وَقَائِدًا وَنَاصِرًا وَ
دَلِيْلًا وَعَيْنًا حَتّٰى تُسْكِنَهٗ اَرْضَكَ طَوْعًا وَ
تُمَتِّعَهٗ فِيْهَا طَوِيْلًا

شہید قائد علامہ عارف حسین الحسینیؒ
کی شخصیت کی ایک جھلک

المہدی (عج) ادارہ تربیت اسلامی آئی ایس او پاکستان

فہرست

شہید قائد علامہ عارف حسین الحسینیؒ کی شخصیت کی ایک جھلک ______ ۸

ولادت ______ ۸

خاک کربلا کی گھٹی و شہادت سے عشق ______ ۸

نامگذاری ______ ۹

ابتدائی تعلیم ______ ۹

بچپن میں نماز کی پابندی ______ ۱۰

ہنس مکھ اور خوش طبیعت ______ ۱۰

مزاح ______ ۱۱

درخت یہ نہ سمجھے کہ عارف حسین ڈر گیا ہے ______ ۱۱

بے حد ملنسار، مؤدب ______ ۱۱

استاد کا احترام ______ ۱۲

یتیم کا حق واپس دلانا ______ ۱۲

دینی تعلیم کی طرف رغبت ______ ۱۲

عراق روانگی اور زمانہ نجف اشرف ______ ۱۴

معروف اساتذہ سے کسب فیض ______ ۱۵

طلاب میں اتحاد و ہم آہنگی پیدا کرنا ______ ۱۵

مہمان نوازی اور وفاداری ______ ۱۶

عبادت و ریاضت میں گم رہنا ______ ۱۶

تعلیمی دلچسپی اور تقویٰ ______ ۱۷

مختلف موضوعات پر تقریر کرنا ______ ۱۸

عزاداری اور ماتم سے آپ کو گہرا لگاؤ ____ ۱۸
عبادات کو زیادہ اہمیت دینا ____ ۱۹
کربلا کی زیارت کا جنون اور عشق ____ ۱۹
نجف میں امام خمینیؒ کے ساتھ وابستگی ____ ۲۰
امام خمینیؒ کے لئے دعائیں ____ ۲۱
عالمی رہبر کے ساتھ متمسک کرنا ____ ۲۱
امام خمینی کے عقیدت مندوں سے عقیدت ____ ۲۲
ملازمین کے ساتھ رویہ ____ ۲۶
ملازمین کے ساتھ زمین پر سونا ____ ۲۶
ملازمین کو اپنا بھائی سمجھنا ____ ۲۶
باورچی خانہ کے برتن خود دھونا ____ ۲۷
باورچی کا آپ کو چھوڑ کر جانے سے انکار ____ ۲۷
اپنے بچوں کو ملازم سے معافی منگوائی ____ ۲۸
ملازمین کے بچوں سے سختی کرنے پر رحم دلی کا درس ____ ۲۸
ملازم سے معافی مانگنا ____ ۲۹
مزدوروں کو خود پانی پلانا ____ ۳۰
پودوں کو پانی دینے میں ملازم کی مدد ____ ۳۰
ڈرائیور کی پنکچر لگانے میں مدد اور فروٹ کاٹ کر کھلانا ____ ۳۱
کارکنوں سے محبت اور اپنے آپ کو ان سے برتر نہ سمجھنا ____ ۳۱
باورچی خانہ اور دفتر کے کاموں میں برابر کا حصہ لینا ____ ۳۲
دفتر کی صفائی ____ ۳۲
یہ میرا بیٹا ہے اس کیلئے تکلیف برداشت کرنا میری ذمہ داری ہے آپ کی نہیں ____ ۳۳
انصاف کا تقاضہ یہی ہے کہ آپ سے زیادہ بوجھ میں اٹھاؤں ____ ۳۳
عبداللہ کو شرمندگی سے بچانا ____ ۳۴

شہید قائد کی روحانیت اور کشف و کرامات ____ ۳۵
میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہماری تحریک کامیاب ہوگی ____ ۳۶
وائرلس سیٹ اور شہید کی کرامت ____ ۳۷
پہلے مجھے اس ولی کی زیارت کراؤ پھر میں گاڑی ٹھیک کروں گا ____ ۳۸
یاد رکھو ہمیں سفر میں کوئی تکلیف نہیں آئی گی اور نہ کوئی دشمن ہم پر حملہ آور ہوگا ____ ۳۹
عباس ڈرائیور کی سوچ سے آگاہی ____ ۳۹
عباس بسم اللہ کرو اور گاڑی پانی میں ڈال دو ____ ۴۰
دلوں کے راز جاننے کی قدرت ____ ۴۱
ننھا محافظ ____ ۴۳
اسیران ضرور وطن لوٹیں گے ____ ۴۵
افراد کی شناخت ____ ۴۵
یہ آپ کا کرایہ ہے ____ ۴۶
کرنا کے پودے کا خوشبو دینا ____ ۴۶
مدرسہ کیلئے رقم کا آنا ____ ۴۶
روحانی طاقت ____ ۴۸
قیادت کے بعد گھر میں فاقے ____ ۴۹
شہید کے خون سے مہکتے پھولوں کی خوشبو ____ ۵۰
عارف حسین تو زندہ ہیں ____ ۵۰
فکر نہ کرو میں کل کسی کو تمہاری ضمانت کے لئے بھیجوں گا ____ ۵۱
محبت بس مجھے خواب کی تعبیر مل گئی ____ ۵۲
شہید زندہ ہوتے ہیں ____ ۵۲
مرض سے شفاء ____ ۵۳
نماز پڑھنے کی جگہ مسجد تعمیر ہونا ____ ۵۳

☆---☆---☆

علامہ سید عارف حسین الحسینی (رح) کے چہلم کی مناسبت سے حضرت امام خمینی (رح) کا تعزیتی پیغام

پاکستان کے باشرف اور غیور عوام جو حقیقی معنوں میں ایک انقلابی ملت ہیں اور اسلامی اقدار کے پابند ہیں اور جن سے ہمارا بہت قدیمی، گہرا انقلابی، ایمانی اور ثقافتی رشتہ ہے میں انہیں اس امر کی تاکید کرنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ وہ شہید راہ حق (علامہ عارف الحسینیؒ) کے افکار کو زندہ رکھیں اور ابلیس زادوں کو حضرت محمدؐ کے حقیقی اسلام کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کی اجازت نہ دیں۔

☆---☆---☆

شہید قائد علامہ عارف حسین الحسینیؒ
کی شخصیت کی ایک جھلک

ولادت

۲۵ نومبر ۱۹۴۶ء کے روز اذانِ صبح کے وقت لا الہ الا اللہ کا حقیقی عارف ماں کی گود میں وارد ہوا۔ گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے سید فضل حسین شاہ صاحب کو ایک عظیم فرزند سے نوازا تھا۔ نومولود بچے کو والد بزرگوار کی گود میں لایا گیا۔ انہوں نے بسم اللہ پڑھ کر بچے کو اٹھایا اور دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ گویا بچے کو پہلا درس اللہ اکبر کا دیا گیا جو بعد میں اُن کے مزاج اور فطرت کا حصہ بن گیا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ آپ عمر بھر اللہ اکبر کے درس پر قائم رہے اور سپر طاقت ہے خدا الا الہ الا اللہ کا درس دیتے رہے۔

خاک کربلا کی گھٹی وشہادت سے عشق

عارف فرزند کے عارف باپ نے بیٹے کو ہتھیلیوں پر اٹھایا تو ان کی نظر بچے کی کشادہ پیشانی پر جم گئی انہوں نے پیشانی پر کئی مرتبہ ہاتھ پھیرا اور الحمد اللہ پڑھا۔ یہ بچہ باپ کی ہتھیلیوں سے آغوش مادر میں منتقل ہوا تو ماں نے خاک کربلا کی ایک چٹکی بچے کو گھٹی میں دی۔ گویا اس بچے کے خون میں سب سے پہلے تحلیل ہونے والی خوراک خاک کربلا تھی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ آپ نے زندگی میں بار بار فرمایا ''شہادت ہماری میراث ہے جو ہماری ماؤں نے ہمیں اپنے دودھ میں پلائی ہے۔''

نامگذاری

چند روز بعد بچے کے نام کا مسئلہ پیش آیا تو بزرگان نے اپنے عرفان اور بچے کی پیشانی کی بدولت اس کا نام عارف حسین رکھا۔ جو بعد میں عارف حسین الحسینیؒ کے نام سے معروف ہوا۔ یہ بچہ وقت کے ساتھ پہلوئے مادر میں پلتا رہا۔ بقول آپ کی والدہ معظّمہ کے کہ ''اس بچے کی نظریں جس مقام پر بھی ٹک جاتیں، کئی کئی لمحے ٹکی رہتیں اور کبھی کبھار انہیں دیکھ کر میرا دل بھی بھر آتا تھا۔''

ابتدائی تعلیم

سید عارف حسین الحسینیؒ چار پانچ برس کے ہوئے تو والدین کو بچے کی تعلیم کی فکر ہوئی اور انہیں پیواڑ کے پرائمری سکول میں داخل کرا دیا گیا اور ساتھ ہی گھر میں قرآن مجید کے ابتدائی درس کا اہتمام بھی کیا گیا۔ آپ چوتھی جماعت تک پیواڑ کے پرائمری سکول میں زیر تعلیم رہے اور بعد ازاں مزید تعلیم حاصل کرنے پاراچنار کے ہائی سکول میں داخلہ لیا اور میٹرک یہیں سے پاس کیا اِس دوران آپ نے اپنی بڑی ہمشیرہ کے ہاں موضع ''ملانہ'' میں قیام کیا۔

آپ نے قرآن مجید کی تعلیم بھی اِسی گاؤں میں مکمل کی۔ آپ بچپن ہی سے اپنے ماموں سید غلام عباس شاہ مرحوم المعروف سید جانیاں شاہ سے بے حد مانوس تھے اور سید جانیاں شاہ بھی اکثر سید عارف حسین الحسینیؒ کو پہلو میں لے کر سوتے تھے۔ ایک دفعہ بہن نے اپنے بھائی عارف حسین سے شکوہ کیا کہ وہ ان کے ساتھ نہیں بیٹھتے بلکہ بزرگوں کے ساتھ سارا وقت گزارتے ہیں تو آپ نے فرمایا ''بزرگوں کے قصے اور کارنامے سن کر مزہ آتا ہے اور میرا جی چاہتا ہے کہ میں بھی اپنے بزرگوں کی طرح کام کروں۔''

بچپن میں نماز کی پابندی

سید عارف حسین الحسینیؒ بچپن ہی سے نماز کے پابند تھے۔ وہ اپنے ماموں کے ساتھ ایک ہی کمرہ میں سوتے۔ انہیں اپنے آباواجداد کے قصے سنانے پر مجبور کرتے رہتے اور اپنے ماموں کے ساتھ رات کو نماز بھی ادا کرتے۔ آپ پر ماموں کی صحبت کا یہ اثر ہوا کہ بچپن ہی میں شادیوں وغیرہ میں ڈھول، روایتی ناچ اور گانوں کی محفلوں سے سخت نفرت کرنے لگے۔ آپ سکول کے بعد اپنے چچازاد بھائیوں سے کھیل کود میں کچھ وقت گزارتے اس کے بعد گھر کی بکریاں پہاڑوں کی چوٹیوں پر لے جاتے۔ مگر خود کتاب لے کر بکریوں کی نگرانی کے ساتھ ساتھ سبق بھی یاد کرتے رہتے۔ ہمیشہ مغرب کی اذان سے قبل واپس آتے، وضو کرتے، ماموں کے ساتھ نماز پڑھتے، کھانا کھاتے اور پھر سبق پڑھنے میں مصروف ہو جاتے۔

ہنس مکھ اور خوش طبیعت

اوائل عمر ہی سے آپ ہشاش بشاش اور ہنس مکھ تھے۔ دودھ کی بالائی اور مکھن آپ کی پسندیدہ خوراک تھی۔ نانی اماں بالائی اور مکھن چھپا کر رکھتی تھیں مگر آپ اسے تلاش کر کے ضرور کھاتے۔ ایک دفعہ نانی اماں کو دیکھا کہ وہ مکھن چھپانے کہیں جا رہی تھیں۔ تو آپ چپکے سے ان کے پیچھے ہو لئے انہوں نے اس یقین کے ساتھ مکھن کمرے میں چھپایا کہ کوئی بچہ اس تک رسائی حاصل نہیں کر پائے گا مگر جونہی مڑ کے دیکھا تو عارف حسین دروازے کے سوراخ سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ نانی اماں کو ہنسی آ گئی اور انہوں نے تھوڑا سا مکھن آپ کو دے دیا اور ساتھ تاکید بھی فرمائی کہ وہ دوسرے بچوں کو نہ بتائیں۔ آپ نے نانی اماں سے عرض کی ''نانی اماں آپ ہمیں ہمارا حصہ دے دیا کریں ہم آپ کے حصہ کو نہیں چھیڑیں گے۔''

مزاح

دیہات کے گھرانوں کے اپنے انداز ہوتے ہیں کہ شام کے کھانے کے بعد گھر کے بچے آنگن میں ایک دوسرے سے کھیلتے اور گپ شپ کرتے ہیں۔سید عارف حسین الحسینیؒ اپنے گھرانے میں ایسے دلفریب مزاح کرتے تھے کہ تمام گھر والوں کو بے اختیار ہنسی آجاتی تھی بعض اوقات تمام گھر والے کسی بات پر ہنس رہے ہوتے تو باہر سے آنے والا فرد بے اختیار کہہ دیتا کہ ''لگتا ہے عارف حسین نے پھر کوئی مزاح کیا ہے۔''

درخت یہ نہ سمجھے کہ عارف حسین ڈر گیا ہے

بچپن میں ''آملوک'' آپ کا مرغوب پھل تھا۔ایک دفعہ آملوک کے درخت سے گرے تو آپ کا دایاں بازو ٹوٹ گیا۔بازو ٹھیک ہوا تو پھر اسی درخت پر چڑھ گئے۔چھوٹے چچازاد بھائی نے کہا کہ پہلے تو آپ اسی سے گر کر زخمی ہوئے تھے اب پھر چڑھ رہے ہیں تو آپ نے جواب دیا'' آج میں اِس پر اس لئے نہیں چڑھا کہ آملوک کھاؤں۔آج اس لئے چڑھ رہا ہوں کہ یہ درخت یہ نہ سمجھے کہ عارف حسین ڈر گیا ہے۔''

بے حد ملنسار،مؤدب

چونکہ ملانہ گاؤں پاراچنار سے دو تین کلومیٹر دور ہے اس لئے روزانہ کی تکلیف اور سردیوں کی بدولت آپ پاراچنار سکول کے ہاسٹل میں رہنے لگے اور کمرہ نمبر ۵ آپ کو الاٹ ہوا۔آپ بچپن ہی سے بے حد ملنسار،مؤدب، پابندِ صوم وصلاۃ،کم گو اور مطالعہ کے شوقین تھے۔ان صفات کی بناء پر ہاسٹل کے تمام طلباء آپ کی بے حد عزت کرتے تھے۔

استاد کا احترام

زمانہ طالب علمی میں ہی آپ کے تقویٰ، سچائی اور مؤدب پن نے اساتذہ کو بے حد متاثر کیا۔ اسکول یا جماعت میں طالب علموں کے درمیان اگر کوئی جھگڑا ہو جاتا تو اساتذہ آپ کی گواہی کے بعد آخری فیصلہ دے دیتے۔ اساتذہ کے سامنے سر جھکا کر بیٹھنا اور نظریں نیچی کر کے چلنا آپ کا شیوہ تھا۔ یہاں تک کہ آپ پورے زمانہ طالب علمی میں نہ کسی سے اُلجھے اور نہ کسی سے ناراض ہوئے۔

آپ نے اسکول میں جن اساتذہ سے فیض حاصل کیا ان میں نجات حسین علی زئی، ناصر حسین زیڑان، علی زمان زڑان، ابراہیم صاحب پاراچنار، دلدار حسین شلوزان سکول کے ہیڈ ماسٹر عثمان شاہ آف ٹل اور نائب ہیڈ ماسٹر عبداللہ جان آف زڑان سرفہرست ہیں جو آج بھی آپ کے زمانہ طالب علمی اور کردار کے معترف ہیں۔

غاصب کا یتیم سے حق لینا

زمانہ طالب علمی کا واقعہ ہے کہ آپ گاؤں کی کسی گلی سے گزر رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک یتیم بچہ رو رہا ہے۔ آپ نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ فلاں لڑکے نے اس کی چیز چھین لی ہے۔ آپ کا یتیم پر دل بھر آیا اور غاصب سے حق وصول کرنے کے جذبے اور فطرت نے انگڑائی لی۔ آپ نے غاصب کا بازو مروڑ کر یتیم کا حق وصول کیا اور اسے اس کا حق لوٹا دیا۔

دینی تعلیم کی طرف رغبت

۱۹۶۲ء میں آپ کے دسویں جماعت پاس کر لینے کے بعد آپ کے والدین کا خیال تھا کہ آپ کو کالج میں داخل کروایا جائے۔ لیکن آپ اپنی طبیعت میں روحانیت کی بناء پر دینی تعلیم کی

طرف مائل رہے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب پاراچنار میں کچھ عرصہ قبل حاجی غلام جعفر صاحب آف لقمان خیل نے ''مدرسہ جعفریہ'' کی بنیاد رکھی تھی۔ یہ مدرسہ آغاز میں تین کمروں پر مشتمل تھا جس میں چند طلباء نے داخلہ لیا تھا۔ چنانچہ آپ بھی دسویں جماعت کے بعد اسی مدرسہ جعفریہ میں داخل ہوئے اور عظیم منزل کی طرف رخت سفر باندھ لیا۔ دینی مدرسہ اور علماء کے ماحول نے سید عارف حسین الحسینیؒ کی طبیعت پر گہرے اثرات چھوڑے اور آپ کی فطرت میں مزید پختگی دن بدن آنے لگی۔

اب آپ شباب کی دہلیز پر قدم رکھ چکے تھے۔ مگر شباب میں یہ عالم تھا کہ آپ مدرسہ میں باقاعدگی سے نماز تہجد اور تعقیبات ادا کرتے تھے۔

مدرسہ کے پرنسپل حاجی غلام جعفر جو ایک متقی اور برگزیدہ انسان تھے نے اپنے احباب سے اظہار کیا تھا کہ انہوں نے اکثر سید عارف حسین الحسینیؒ کو رات کے پچھلے پہر یاد خدا میں مصروف پایا ہے۔ آپ کے تقویٰ سے مدرسہ کے تمام اساتذہ بے حد متاثر تھے۔ آپ کی ریاضت، اخلاق اور حصول علم کے شوق کا ادراک کرتے ہوئے آپ کے دور اندیش اساتذہ نے فرمایا تھا کہ یہ بات دعوے سے کہی جاسکتی ہے کہ کُرم ایجنسی میں سید عارف حسین الحسینیؒ سے بڑا عالم دین کوئی نہیں ہوگا اور ایک روز یہ شخص کرم ایجنسی کی تقدیر بدل ڈالے گا۔ کیونکہ اس نوجوان کی پیشانی سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ طالب علم مستقبل میں اجتہاد تک پہنچے گا۔''

وقت گزرتا رہا، حالات بدلتے رہے، تقاضے بڑھتے رہے، سید عارف حسین الحسینیؒ بھی اپنی منزل کے قریب ہوتے گئے۔ آپ نے حالات کا خوب مشاہدہ کیا اور کرم ایجنسی کی تقدیر بدلنے کا عزم اپنے سینے میں امانت رکھ لیا۔

زمانہ طالب علمی میں آپ کو مناظرے کرنے کا بے حد شوق تھا۔ اس لئے آپ دیگر کتب کے علاوہ مناظرانہ کتب کا باقاعدگی سے مطالعہ کرتے تھے۔ اگر کوئی مناظر عالم دین پاراچنار آجاتا تو آپ اس کے ساتھ کافی دیر تک بیٹھے رہتے اور فن مناظرہ کے بارے میں استفسار کرتے۔

مدرسہ جعفریہ سے ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ اپنے مناظرانہ شوق کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اس وقت کے عظیم شیعہ مناظر مولانا محمد اسماعیل مرحوم کے مدرسہ درس آل محمدؐ فیصل آباد میں داخل ہو گئے۔ مدرسے کا ماحول سازگار نہ ہونے کی وجہ سے کچھ ہی عرصہ بعد آپ واپس پاراچنار چلے گئے۔

عراق روانگی اور زمانہ نجف اشرف

پاراچنار میں کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ کو اعلیٰ دینی تعلیم کا شوق ہوا جس کی تکمیل کے لئے آپ نے اپنے استاد مولانا غلام حسین بیسوتی ہزارہ کے ساتھ نجف اشرف عراق جانے کا عزم کرلیا۔ نجف اشرف روانہ ہوتے وقت آپ نے اپنے والدین اور شفیق استاد مولانا جعفر حسین صاحب کی قدم بوسی کی۔ انہوں نے حسب معمول آپ سے بے حد پیار کیا اور روانہ کرتے وقت دعا فرمائی۔ مولانا غلام جعفر صاحب نے چند نصیحتیں کرنے کے بعد نجف میں مسائل کے حل کے لئے وہاں پر مقیم سینئر طالب علم مولانا گل علی صاحب پاراچنار کے نام خط بھی دیا۔

کچھ عرصہ بعد مولانا گل علی صاحب اپنے مرض کے علاج کے لئے پاکستان آنے لگے تو آپ نے ان سے التماس کی کہ وہ انہیں کسی اچھے استاد کے سپرد کرتے جائیں تا کہ سلسلہ تعلیم متاثر نہ ہونے پائے۔ آپ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے مولانا موصوف نے آپ کو آقا شیخ موحدی کے سپرد کردیا۔ آپ نے آقائے موحدی سے خوب فیض حاصل کیا اور وہ بھی آپ کی ذہانت، کردار، تقویٰ اور تعلیمی دلچسپی سے متاثر ہوئے۔ علاج مکمل کرنے کے بعد مولانا گل صاحب جب عراق واپس گئے تو آقای شیخ موحدی نے انہیں بتایا کہ ''سید عارف حسین الحسینی واحد پاکستانی طالب علم ہیں جن میں ملکوتی انسان کی صفات موجود ہیں۔''

معروف اساتذہ سے کسب فیض

مدرسہ عبدالعزیز بغدادی سے استفادہ کرنے کے بعد آپ نے ''مدرسہ شُبَّیرِیہ'' میں داخلہ لے لیا اور اپنی تعلیم میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ آپ کا معمول تھا کہ آپ باقاعدگی سے دروس میں شرکت کرتے، ہر درس کو اپنی ڈائری پر نوٹ فرماتے اور اپنے احباب سے ان دروس پر بحث کرتے۔ آج بھی آپ کی لائبریری میں آپ کے ہاتھ سے لکھے ہوئے سینکڑوں دروس موجود ہیں۔ نجف میں کتب کے مطالعہ کے علاوہ آپ باقاعدگی سے اپنے معروف استاد حضرت آیت اللہ مدنی شہیدؒ کی پر اثر دعاؤں کی محافل میں شرکت فرماتے اور قرب خداوندی کے حصول کی جستجو میں رہتے تھے۔ یہاں آپ نے جن اساتذہ سے فیض حاصل کیا ان میں آقای شیخ اشرفی اصفہانی، شہید محراب حضرت آیت اللہ مدنی، آقای لشکرانی اور آیت اللہ مرتضوی نمایاں ہیں۔

طلاب میں اتحاد وہم آہنگی پیدا کرنا

نجف اشرف میں زمانہ طالب علمی کے دوران سید عارف حسین الحسینی ہر پاکستانی طالب علم سے انتہائی خلوص ومحبت اور شفقت سے پیش آتے ہر نئے آنے والے طالب علم کی بھرپور معاونت کرتے، ان کی تعلیم، رہائش اور وظیفہ کا انتظام فرماتے۔ آپ کی کوشش ہوا کرتی تھی کہ تمام پاکستانی طلباء کو ایک لڑی میں پرو دیا جائے۔ آپ کے اس انداز محبت کو دیکھ کر آپ کے ایک پختون دوست نے دوسرے دوست سے کہا تھا کہ'' پنجابی لوگ ہم پختونوں کو اچھا نہیں سمجھتے وہ اپنا الگ گروپ بنائے ہوئے ہیں مگر سید عارف حسین الحسینی تمام پاکستانیوں کو باہم جوڑنے کیلئے کوشاں ہیں۔'' کیا انہوں نے پاکستان جا کر قیادت کرنی ہے۔

مہمان نوازی اور وفاداری

مہمان نوازی اور وفاداری میں بھی اسلامی رنگ نمایاں تھا۔آپ پاکستانی طلباء سے ملتے تو انہیں کمرے میں آنے کی دعوت دیتے اور ان کی بے حد تواضع فرماتے۔رابطوں کو مستحکم کرنے اور دلوں میں محبتوں کو قائم کرنے کے لئے دوسرے احباب کے کمروں میں جانا آپ کا معمول تھا۔اگر کسی طالب علم کو کوئی مشکل پیش آجاتی تو آپ اس کا ازالہ فرماتے۔ایک دفعہ آپ کے ابتدائی محسن استاد مولانا گل علی کو عراقی حکومت نے کسی مظاہرے میں گرفتار کر کے ''شریکۃ العباس'' جیل بھیج دیا تو آپ پہلی فرصت میں مولانا گل صاحب کو جیل میں ملے اور جب تک مولانا صاحب جیل میں رہے آپ نے ان کے گھر والوں کے اس قدر خدمت کی کہ مولانا صاحب کی اہلیہ کو بے اختیار کہنا پڑا ''شاید ہمارا اپنا بیٹا بھی اتنی خدمت نہ کرتا۔'' جب مولانا گل علی صاحب کو بغداد ''جسری'' دیال جیل بھیج دیا گیا تو علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ نے ان کا پاسپورٹ لیا اور اپنے اثر ورسوخ سے امام خمینیؒ، آقائے خوئی اور آقائے محسن الحکیم کے نمائندہ گان سے مل کر مولانا صاحب کا ایران کا ویزا لگوایا اور مولانا صاحب کی بیوی اور بچوں کے ٹکٹ کا بندوبست کیا۔

عبادت وریاضت میں گم رہنا

سندھ کی معروف شخصیت امام بخش خان زرداری نے بتلایا کہ وہ ایک دفعہ نجف اشرف میں سندھی طلباء کے مہمان تھے ان سے کہا گیا کہ آج ان کے ملاقات پاراچنار کے ایک طالب علم سے کرائی جائی گی جو بے شمار خصوصیات کا مالک ہے جب وہ ملے تو سید عارف حسین الحسینی کی پہلی مسکراہٹ نے ہی انہیں اپنا بنا لیا پھر دوسری بار زرداری صاحب سید عارف حسین کے مہمان ہوئے تو ان کے بقول کہ

''یہ نوجوان سید عبادت وریاضت میں گم رہتا۔جب شب کا اندھیرا چھا جاتا تو سید عارف حسین الحسینی روشنی بجھاتے مجھے آرام کی دعوت دے کر خود باہر چلے جاتے میں نے کچھ دن ان کا یہ

معمول دیکھا تو محسوس کیا کہ شاید میری مہمان نوازی کرنے سے اس طالب علم کی تعلیم میں خلل آرہا ہے اور وہ میرے آرام کی خاطر اپنی تعلیم قربان کئے جا رہا ہے میں نے ایک رات کمرے سے باہر نکل کر دیکھا تو صحن میں کھمبے پر لٹکے ہوئے ایک بلب کے نیچے سید عارف حسین کو مطالعے میں مصروف پایا۔ مجھے بے حد شرم آئی میں ان سے معذرت کیلئے نیچے اترا تو دیکھا کہ وہ کتاب بند کر کے کہیں جا رہے ہیں میں بھی چپکے سے ان کے پیچھے ہولیا تا کہ اسی نوجوان کو مزید قریب سے دیکھوں۔ آخر وہ روضہ حضرت علیؑ پر چلے گئے جہاں گیٹ کو تالہ لگا ہوا تھا۔ اس سید نے تالہ پکڑا، اس پر اپنی پیشانی رکھی اور سسکیاں بھرنے لگا، میں دیر تک دیکھتا رہا کہ یہ نوجوان اسی عالم میں گڑگڑا کر روتا اور دعائیں مانگتا رہا۔ میں کچھ دن ان کا مہمان رہا ان کی زندگی کا یہ معمول دیکھ کر بے حد متاثر ہوا۔ ایک دن دل میں خیال آیا کہ ایسی لوگ ہی قوموں کی تقدیر بدلتے ہیں۔ میرے پاس گاڑی ہوتی تھی۔ میں نے کئی باران سے کہا کہ آئیں سیر کو چلیں میرا جی چاہتا تھا کہ ان کی کچھ خدمت کرسکوں مگر سید عارف حسین الحسینی ہر بار فرماتے۔ میں یہاں تعلیم حاصل کرنے آیا ہوں، سیر کرنے نہیں۔

تعلیمی دلچسپی اور تقویٰ

آپ زمانہ طالب علمی میں تعلیمی دلچسپی اور تقویٰ کے باعث اساتذہ کی شفیق نگاہوں اور توجہ کا مرکز بنے رہے۔ آپ اپنی جماعت میں ایک ذہین، متقی، زحمت کش طالبعلم کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔ آپ تعلیم کے سلسلے میں تین چیزوں کے سختی سے پابند تھے۔

۱۔ دروس کا لکھنا۔ اساتذہ سے جو کچھ پڑھتے آپ انہیں اپنی ڈائری میں لکھتے

۲۔ مباحثہ، یعنی پڑھے گئے دروس پر ساتھیوں سے بحث کرنا۔

۳۔ مطالعہ، آپ فارغ اوقات میں بڑے بڑے کتاب خانوں میں جا کر اہم موضوعات کی کتب کا مطالعہ کرتے اور نوٹس بناتے۔ قیادت کے دوران بھی آپ فرصت مستعار مانگ کر

مطالعہ کرتے اور نوٹس بناتے۔ اور دوران سفر کتب اپنے ساتھ رکھتے۔ شوق مطالعہ کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ آپ ساڑھے چھ سال بعد پہلی دفعہ نجف اشرف سے گھر (پاراچنار) واپس لوٹے۔

مختلف موضوعات پر تقریر کرنا

مختلف موضوعات پر تقریر کرنا بھی آپ کا ایک شوق تھا۔ آپ ہفتہ وار پاکستانی بالخصوص صوبہ سرحد کے طلباء کے درمیان مختلف موضوعات پر تقریر کرتے اور دوسروں کو تقریر کی دعوت دیتے۔ احباب کی موضوعاتی تقاریر سن کران کی تعریف کرتے اور حوصلہ افزائی فرماتے۔

عزاداری اور ماتم سے آپ کو گہرا لگاؤ

عزاداری اور ماتم سے آپ کو گہرا لگاؤ تھا۔ آپ نجف میں عزاداری کی مجالس میں تقاریر کرتے اور ماتم میں باقاعدگی سے شرکت فرماتے تھے۔ آپ کے محبوب اور شفیق استاد آیت اللہ حرم پناہی ہر سال عاشور کے بعد اپنے گھر میں مجلس عزا کا اہتمام کرتے اور تمام نوحہ خواں حضرات اور عزاداروں کو دعوت دیتے تو آپ اپنے نوحہ خواں احباب کے ساتھ شرکت فرماتے اور وہاں پشتو میں نوحہ خوانی اور خوب ماتم کرتے تھے۔ آپ کے نوحوں کو تمام طلباء انتہائی شوق سے سنتے اور آپ کے انداز عزاداری کو بے حد پسند کیا کرتے تھے۔

ماہ رجب کی ۲۵ تاریخ کو کاظمین (بغداد) میں ہر سال امام موسیٰ کاظمؑ کی شہادت کے موقع پر شبیہ تابوت برآمد ہوتی ہے۔ جس میں عراق اور دور دراز علاقوں کے لوگ شرکت کرتے ہیں۔ سید عارف حسین الحسینی اس جلوس میں شرکت کے لئے نجف اشرف سے کاظمین تشریف لے جاتے اور وہاں نوحہ خوانی اور ماتم کرتے۔ آپ اس قدر رقیق القلب تھے کہ مجلس اور مصائب سن کر ایک فقرے کو یاد کر کے کئی کئی دن تک دہراتے اور گریہ کرتے رہتے۔ آپ محرم کا چاند دیکھتے ہی اشکبار

ہو جاتے۔آپ کے لئے شب عاشور اور شام غریباں انتہائی کٹھن ثابت ہوتی تھی۔ساری ساری رات دھاڑیں مار مار کر روتے۔محرم کے ایام میں روزے رکھتے اور عاشور کی عصر آپ کی کیفیت بدل جاتی پھر اتنا گریہ کرتے کہ سسکیاں بے ربط ہو جاتی تھیں۔

عبادات کو زیادہ اہمیت دینا

نجف اشرف میں قیام کے دوران عبادات کو زیادہ اہمیت دینا آپ کی فطرت کا جزو بن گیا۔ ہر شب جمعہ دعائے کمیل اور زیارت امام حسینؑ پڑھنا آپ کا وطیرہ تھا۔

ایک مرتبہ آپ شدید علیل ہو گئے اور آپ کے پاس رقم بھی ختم ہو گئی۔آپ کی یہ حالت دیکھ کر پاراچنار کا ایک طالب علم آقائے خوئی کے پاس گیا اور انہیں سید عارف حسین کی حالت زار سے آگاہ کیا ساتھ ہی وظیفہ کی استدعا بھی کی طالب علم کی التجا سن کر آقائے خوئی نے فرمایا پاکستانی سید عارف کہاں بیمار ہے میں نے آج اسے آذان صبح سے قبل حرم حضرت علیؑ میں عبادت کرتے دیکھا ہے۔‘‘

کربلا کی زیارت کا جنون اور عشق

کربلا کی زیارت آپ کا جنون اور عشق تھا۔آپ نے نجف اشرف میں ساڑھے چھ سال کے دوران بیس سے زائد مرتبہ کربلا کی پیدل زیارت کی۔عراق میں دستور ہے کہ لوگ ۱۳ رجب، ۳ شعبان، ۱۵ شعبان، ۱۸ ذوالحجہ، عاشورائے محرم اور ۲۰ صفر کو اکثر مقامات سے خاص طور پر نجف سے زیارت کے لئے پیدل کربلا جاتے ہیں۔

اربعین کے موقع پر خصوصیت کے ساتھ بڑی تعداد میں لوگ قافلوں کی صورت میں نجف سے کربلا کا رخ کرتے ہیں اسی طرح سید عارف حسین الحسینی سال میں کم از کم چار مرتبہ ضرور پیدل جایا کرتے تھے۔نجف اشرف سے کربلا جانے کے لئے دو راستے ہیں ایک راستہ جو تقریباً تین دن

کی مسافت پر مشتمل ہے دریائے فرات کے کنارے سے ہوکر جاتا ہے جولوگ یہ راستہ اختیار کرتے ہیں وہ آرام کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر قیام کرتے ہوئے کربلا پہنچتے ہیں اوراس راستہ میں آباد لوگ زائرین کی خاصی تواضع کرتے ہیں۔ دوسرا راستہ وہ پختہ سڑک ہے جس پر عام ٹریفک رواں دواں رہتی ہے۔ یہ فاصلہ تقریباً ۸۰ کلومیٹر پر مشتمل ہے اور راستہ میں کھانے پینے اور سایہ کا کوئی انتظام نہیں ہے البتہ نجف وکربلا کے درمیان اسی راستہ پر چند دکانیں ہیں۔ سید عارف حسین الحسینی جب تنہا پیدل عازم سفر ہوتے تو اسی راستہ کا انتخاب کرتے اور نماز فجر پڑھ کر روانہ ہوجاتے۔ ۸۰ کلومیٹر کا یہ دشوار راستہ دن کے کھانے اور نماز کے لئے توقف کے علاوہ رکے بغیر طے کرتے اور یوں دوسرے روز تھکے جسم، آبلہ پا اور غبار آلود چہرے کے ساتھ سیدھے حرم سید الشہداءؑ پہنچتے اور فرماتے کہ زائر کو چاہئے کہ وہ سفر کی چور چور کیفیت اور غبار اٹے چہرے کے ساتھ اپنے مولا کی بارگاہ میں حاضر ہو۔

بقول علامہ عابد حسین الحسینی کہ آپ جب کبھی قافلے کے ساتھ نجف سے کربلا جاتے تو قافلے میں موجود ضعیف اور نحیف زائرین کا سامان اپنے کندھوں پر اٹھاتے۔ راستہ بھر ان کی خدمت کرتے اور کربلا پہنچنے کے بعد خود آبلہ پائی کے باوجود ضعیف زائرین کے پاؤں دباتے۔ اوران سے صرف دعاؤں کی استدعا کرتے تھے۔

نجف میں امام خمینیؒ کے ساتھ وابستگی

جس زمانہ میں آپ نجف اشرف میں تعلیمی مراحل تیزی سے طے کررہے تھے ان ایام میں رہبر انقلاب اسلامی حضرت امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ بھی نجف میں جلا وطنی کے دن کاٹ رہے تھے۔ آپ مدرسہ آیت اللہ بروجردی میں نماز مغربین کی امامت فرماتے اور چندلوگ آپ کی اقتداء میں نماز بجالاتے تھے۔ پاکستانی طلباء میں سید عارف حسین الحسینی واحد طالب علم تھے جو باقاعدگی سے امام خمینی کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے۔ نماز کے بعد امام خمینی کے دروس کو انتہائی

انہماک سے سنتے اور ذہن کی لوح پر نقش کر لیتے۔ آپ واپس اپنے ہاسٹل لوٹتے تو وہاں پر موجود تمام احباب کو امام خمینی کے درس کا خلاصہ پیش کرتے اور انہیں امام خمینی کے دروس میں شرکت کی اپیل کرتے۔

امام خمینیؒ کے لئے دعائیں

یہ وہ دور تھا جب امام خمینی پر سامراج کی نظریں لگی ہوئی تھیں اور لمحہ بہ لمحہ آپ کی کاروائیاں جاسوس ادارے نوٹ کر رہے تھے۔ حکومت عراق اور حکومت ایران دونوں کی کوشش ہوا کرتی تھی کہ امام خمینی کے پیروکاروں میں اضافہ نہ ہونے پائے اور آپ کے افکار کو پھیلنے کا موقع نہ ملے۔ لہذا حکومت عراق آپ اور آپ کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے والوں پر کڑی نظر رکھتی تھی اور اسی ضمن میں آپ کے رفقاء کو آپ سے جدا کرنے کا ہر طریقہ اختیار کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ علماء اور اکثر طلباء امام خمینی کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے سے گریز کرتے تھے۔ مگر سید عارف حسین الحسینی کے عشق کی یہ حد تھی کہ آپ امام خمینی کی جماعت کی پہلی صف میں بیٹھتے، ذہن کے دریچوں کو کھول کر امام خمینی کا ہر فرمان سنتے اور امام خمینی کے چہرے پر نظریں جما کر مہتاب انقلاب کی شعاعوں سے آنکھوں کو منور اور دل کو تازگی بخشتے۔ جب کبھی وقت اور حالات کی نزاکتوں میں شدت آتی تو آپ اپنے رفقاء سے التجا کرتے کہ امام خمینی کی درازی عمر کی دعا کریں اور خود روضہ حضرت علی علیہ السلام پر حاضری دیتے اور گڑگڑا کر امام خمینی کے لئے دعائیں مانگتے۔

عالمی رہبر کے ساتھ متمسک کرنا

ایک بار کسی دوست نے آپ سے کہا کہ ہم پاکستانی طلباء یہاں اپنی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں لہذا ہمیں ایران عراق اور یہاں کی سیاسی متنازعہ شخصیات سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔ ایک تو یہ غیر ملکی معاملات ہیں اور دوسرا یہاں کے امور میں مداخلت سے ہمارے لئے

مشکلات پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ یہ سنتے ہی آپ کا چہرہ جلال سے سرخ ہو گیا اور دیگر احباب کے سامنے اسی دوست سے فرمایا ''اے دوست آپ کا مذہبِ شیعہ پاکستان سے تخلیق نہیں ہوا۔ یہ چشمہ ہدایت بھی عراق سے رواں ہوا تھا اور نواسہ رسول پاکستانی نہیں تھے۔ ہم حق کے متلاشی اور ہر فرزند زہراءؑ کی صدائے ھل من ناصر پر لبیک کہنے والے ہیں لہٰذا حق کی خاطر اٹھنے والی ہر صدا، چاہے وہ دنیا کے کسی بھی کونے سے کیوں نہ اٹھے اس کا ساتھ دینا اور حق کے راستے میں صعوبتیں برداشت کرنا بھی ہماری ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ دعا کرو کہ فرزند زہراء خمینی دشمنوں کی نظر بد سے محفوظ رہیں اور کوشش کرو کہ آپ کے افکار کا چرچا عام ہو۔ یاد رکھو کہ اگر خدانخواستہ اس رہبر کو کچھ ہو گیا تو پھر کئی برس تک کوئی عالم دین صدائے حق بلند نہیں کر سکے گا اور اگر بفضل خدا انہیں کامیابی حاصل ہو گئی تو پھر اسلام سرخرو اور علماء سربلند ہوں گے لہذا توبہ کرو اور اپنے دل سے ان وسوسوں کو نکال دو۔''

آپ کے جذبات اور خلوص سے تمام طلباء بے حد متاثر ہوئے اور ان میں سے بعض امام خمینیؒ کی اقتداء میں نماز مغربین میں شرکت کرنے لگے۔ کربلا کی زمین پر سید الشہداءؑ کے مجاہد فرزند امام خمینیؒ کی محبت بھی پروان چڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ آپ احباب کی محفل کے درمیان امام خمینیؒ کا ایک جملہ نقل فرماتے ہی اشکبار ہو گئے کہ آج امام خمینیؒ نے شاہ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ ''میرا دل تیرے نیزوں سے چھلنی ہونے کے لئے حاضر ہے لیکن تیرے ظلم و ستم کو تسلیم کرنے کے لئے نہیں۔''

امام خمینی کے عقیدت مندوں سے عقیدت

اس وقت جب امام خمینیؒ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بھی خطرناک ہوا کرتا تھا۔ آپ امام خمینیؒ کے پیچھے ایسے چلتے جیسے ان کے ذاتی محافظ ہوں۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر آپ کے کسی دوست نے بھری محفل میں کہہ دیا تھا کہ سید عارف حسین الحسینی نے انگیٹھی کو سینے سے لگایا ہوا ہے'' آپ

صرف امام خمینیؒ سے عقیدت تک محدود نہ رہے بلکہ امام خمینیؒ سے عقیدت رکھنے والے افراد بھی آپ کی محبوب شخصیات بن گئے جن میں آقا علی نائینی، آقا سید رضا برقعی، آقا دعائی اور آقا سید حسین یزدی سرفہرست ہیں۔

زمانہ طالب علمی میں آپ اپنے استاد آیت اللہ شہید مدنی سے بے حد متاثر تھے کیونکہ شہید مدنی بلند پایہ عالم دین ہونے کے علاوہ امام خمینیؒ کے عاشق بھی تھے۔آپ مدرسہ دارالحکمت میں آیت اللہ مدنی سے شرح لمعہ پڑھتے تھے اور درس ختم ہونے کے بعد انہی کے ساتھ سیدھا مدرسہ بروجردی جا کر امام خمینیؒ کے پیچھے نماز مغربین ادا کرتے اور نماز ظہرین بھی اکثر اوقات مسجد شیخ انصاری میں امام خمینیؒ کی اقتداء میں ادا کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔

امام خمینیؒ سے آپ کی عشق کی مثال کچھ یوں بھی سامنے آئی ہے کہ ۱۹۷۱ء میں جب ایران میں ڈھائی ہزار سالہ جشن شہنشاہی منایا جا رہا تھا تو امام خمینیؒ نے نجف اشرف میں اس کے خلاف تقریر کی۔یہ شاہ ایران کے آباواجداد کا جشن شہنشاہی تھا جس پر اربوں روپے خرچ کئے گئے تھے جس کی مثال دنیا میں کم ہی ملتی ہے۔

اس بارے میں امام خمینیؒ نے فرمایا تھا کہ ''اے شہنشاہ ایران یہ ملک تمہارے باپ کی جاگیر نہیں ہے بلکہ امام زمانہؑ کا ملک ہے۔اس کے اربوں روپے تمہارے خاندانی جشن کے لیے نہیں بلکہ غریب و مظلوم عوام کے لئے ہیں'' امام خمینیؒ کی اس پرجوش تقریر کے بعد امام کے طرفدار طلباء اور علماء نے شاہ کو مذمتی ٹیلی گرام بھیجے۔پاکستانی طلاّب میں صرف سید عارف حسین الحسینیؒ ہی تھے جنہوں نے شاہ کو پاکستانی طلباء کی جانب سے ٹیلی گرام بھیجا تھا۔جب اس بات کا علم پاکستانی طلباء کو ہوا تو وہ ایک گروپ کی صورت میں نماز مغربین کے بعد صحن مطہر حضرت علی علیہ السلام میں آپ سے ملے اور اعتراض کیا'' آپکو کیا حق پہنچتا ہے کہ آپ تمام پاکستانی طلباء کی طرف سے شاہ کو مذمتی ٹیلی گرام ارسال کریں، ہمارا ان باتوں سے کیا تعلق ہے، ہم پاکستانی ہیں۔ہم کسی ایرانی شخصیت کی حمایت اور ایرانی حکومت کی مذمت کیوں کریں؟ ہمیں تو ایران کے راستے پاکستان آنا جانا ہوتا

ہے، اس طرح حکومت ایران ہمیں تنگ کرے گی۔''

پاکستانی احباب کی یہ باتیں سن کر آپ نے کافی دلائل دیئے مگر وہ بضد رہے۔ جب بات دلائل سے نہ بنی تو پھر متحمل مزاج عارف کے چہرے پر جلال نمودار ہوا اور آپ نے انتہائی سخت الفاظ میں انہیں باز رہنے کی تاکید کی۔ نوجوانی کے عالم میں غصہ پر قابو پانا آپ کی صفات کا ایک حصہ تھا لیکن امام خمینیؒ یا مقتدر علمی شخصیات کی توہین برداشت کرنا آپ کے لئے مشکل ہوتا تھا۔''

ایک اہم واقعہ جو ۱۹۷۳ء میں نجف اشرف کی سرزمین پر پیش آیا وہ یوں تھا کہ حسن بکر کی بعثی عراقی حکومت نے آقا محسن الحکیم کی انقلابی سرگرمیوں سے خائف ہو کر انہیں کوفہ میں نظر بند کر دیا اور ان کی ملاقات پر پابندی عائد کر دی۔ اس ضمن میں پہلے عرب طلباء پھر ایرانی اور پھر پاک و ہند کے طلباء کا ایک مشترکہ وفد آقا محسن الحکیم سے ملاقات کرنے کوفہ پہنچا جہاں طلباء کے جلوس اور پولیس کے درمیان تصادم ہوا۔ اس جلوس میں سید عارف حسین الحسینی اور سید شبر حسن آف پاراچنار بھی موجود تھے۔ ان دونوں جوانوں نے پولیس سے خوب ہاتھا پائی کی اور چند پولیس والوں کو زخمی کر دیا۔ اس تصادم میں سید عارف حسین کی عباء بھی پھٹ گئی۔ پھر آپ مسجد کوفہ پہنچے مگر پولیس نے مسجد میں گھس کر آپ کو گرفتار کر لیا۔ اور اسی روز سے تمام مدارس دینیہ میں آپ کی بہادری کا چرچہ ہو گیا۔

اس زمانہ میں امام خمینیؒ کی حقیقی معرفت بہت کم افراد کو تھی اور بعض اوقات طلباء آپ سے اختلاف بھی کر لیتے تھے مگر سید عارف حسین الحسینیؒ کے سامنے کسی کو امام خمینیؒ کی شان کے منافی ایک حرف کہنے کی جرات نہ ہوتی تھی۔

دل کو دل سے راہ ہونے کے مصداق شہید حسینیؒ نے اگر امام خمینیؒ جیسے گوہر یکتا کو اپنی باطنی بصیرت سے کشف کر لیا تھا تو امام خمینیؒ کی روحانیت نے بھی آپ کا انتخاب فرما لیا تھا۔ لہذا جب آپ ۱۹۷۳ء میں نجف اشرف سے پاکستان بغرض ترویج انقلاب آنے لگے تو امام خمینیؒ نے آپ کو اپنا وکالت نامہ دیا جو ایران کی سرحد پر دوران تلاشی چھین لیا گیا۔

ملازمین سے رویہ

زہد وتقویٰ وعبادت وریاضیت انسان کو قرب خداوند کی عظیم منزلت اور سکون قلبی کی حقیقی لذت سے آشنا کر دیتی ہے۔اس کے ساتھ حسن اخلاق اور انسانیت سے محبت انسان کو گوہر یکتا بنا دیتی ہے۔تاریخ شاہد ہے کہ انبیاء اور آئمہؑ کی تبلیغ دین میں جس پہلو نے انسانوں کو مسخر کیا وہ ان کا حسن اخلاق تھا۔اخلاق ایک ایسی خداداد صلاحیت اور نعمت ہے جو اپنے تو کجا غیروں اور دشمنوں کے پتھر نما دلوں کو موم بنا دیتی ہے۔چونکہ علامہ سید عارف حسین الحسینی آئمہ اطہارؑ کی سیرت کا حقیقی نمونہ تھے اسلئے جہاں وہ تقویٰ وریاضت کے عظیم درجہ پر فائز تھے وہاں اخلاق کی بلندیوں کو سر کرنے کی بنا پر کروڑوں دلوں کو فتح کر چکے تھے۔یہی وجہ تھی کہ ان کے ہجر میں اپنے پرائے سب نوحہ کناں رہے۔تاریخ نے یہ بات اپنے دامن میں محفوظ کر لی ہے کہ اس ملکوتی انسان کی مظلومانہ شہادت پر نہ صرف گریبان چاک اور ماتم ہوئے بلکہ چاہنے والوں نے پتھروں سے اپنے سر پھوڑے۔کچھ کے اعصاب جواب دے گئے اور چنداں نے ان کے بغیر زندگی کو بے مقصد گردان کر خودکشی کی کوشش کی۔

دلوں پر ان کی فتح کی اس سے بڑی نظیر کیا ہوسکتی ہے کہ ان کے ذاتی محافظ نے اپنے جسم پر خود گولی چلادی اور ان کا قاتل کہہ چکا ہے کہ مجھ سے کوئی وقت کا پیغمبر قتل کرایا گیا۔تفتیشی افسر کے ساتھ تنہائی کے لمحات میں جہاں قاتل نے تمام حقائق سے پردہ اٹھایا وہاں روتے ہوئے یہ انکشاف بھی کیا کہ اگر وہ ان کے نورانی چہرے کو گولی چلانے سے پہلے دیکھ لیتا تو ان پر قطعا گولی نہ چلاتا۔

جس شخص کو اس کا قاتل روئے نہ جانے ان کی قربت میں بیٹھنے اور ان کی خدمت کی سعادت نصیب کرنے والوں پر کیا بیت گئی ہوگی؟ جب شہید حسینی کے بارے میں استفسار کیا گیا تو

شہید کا نام سنتے ہی ہر ملازم اشکبار ہو کر سسکیاں لیتا رہا اور بستر مرگ پر موت کے منتظر کی نبضیں بے ربط ہو گئیں۔ غرضیکہ ہر ملازم نے رقت انگیز احساسات میں ڈوب کر شہید کے رویہ کی قابل تقلید داستانیں سنائیں۔

ملازمین کے ساتھ زمین پر سونا

آپ کی خدمت کا شرف حاصل کرنے والے پہلے ملازم حسین علی نے آپ کے حسن اخلاق کا یوں تذکرہ کیا کہ جب آپ نے دو تین ملازمین کے ساتھ صدر بازار پشاور میں تحریک کے دفتر کا اغاز کیا تو غربت کا یہ عالم تھا کہ نا چار پائی تھی اور نہ قالین ۔۔۔۔ معمولی سی دری پر دو چار بوسیدہ گدے پڑے رہتے تھے جن پر ملازمین اور شہید علامہ سید عارف حسین الحسینی سویا کرتے تھے۔ ملازمین کے ساتھ دن بھر کام کرتے اور رات کو ملازمین کے ساتھ ایک طرف نیچے سو جاتے۔ ایک شب آپ نماز شب کیلئے رات کے کسی پہر نیند سے بیدار ہوئے اپنے بسترے سے اٹھے اور دوسرے کمرے میں نماز شب ادا کی۔ جب واپس آئے تو ضامین علی کو نیند سے بیدار کرنا گوارا نہ کیا بلکہ خود میلی سی دری پر اخبار بچھا کر اوپر اپنی عبا ڈال دی اور بازو سر کے نیچے رکھ کر سو گئے۔

حسین علی نے بتایا کہ جب رات کے پچھلے پہر میری آنکھ کھولی تو آپ کو اس حالت میں دیکھ کر ندامت سے آنسو چھلک پڑے۔ ہم نے علامہ صاحب سے صبح معافی مانگی تو آپ نے فرمایا ضامین حسین نے ایسا ارادتاً نہیں کیا بلکہ نیند میں ایسا ہو ہی جاتا ہے۔ دوسرا آپ بھائی مجھ سے کبھی معافی نہ مانگا کریں کیونکہ میں آپ کا چھوٹا بھائی ہوں۔

ملازمین کو اپنا بھائی سمجھنا

عبداللہ چوکیدار نے بتایا کہ ایک مرتبہ مجھے پشاور میں کسی اہم شخصیت سے کام پڑ گیا تو آقا عارف حسین سے سفارشی خط لکھوایا۔ میں بند لفافہ لے کر اس شخص کے پاس پہنچا جس سے کام

مقصود تھا۔ اس نے خط کھولنے سے قبل مجھ سے میرا تعارف چاہا تو میں نے واضح کیا کہ میں عارف حسین کا باورچی اور چوکیدار ہوں۔ پھر اس نے لفافہ چاک کیا آقا صاحب کا رقعہ پڑھا تو مجھے کرسی پر بٹھا کر بتایا کہ علامہ سید عارف حسین الحسینی صاحب نے خط میں تمہیں اپنا بھائی لکھا ہے اس لئے تم میرے لئے قابل احترام ہو۔ آپ کا دستور تھا کہ کسی کو ملازمین کی سفارش کا خط لکھتے، فون کرتے یا مہمانوں سے تعارف کراتے تو تمام ملازمین کے بارے میں فرماتے کہ یہ میرے بھائی ہیں۔

باورچی خانہ کے برتن خود دھونا

عبداللہ نے اشکبار آنکھوں اور لرزتے ہونٹوں کے ساتھ ایک وقعہ یوں بیان کیا کہ آقا سید عارف حسین کے کچھ روزے ماہ رمضان میں قضاء ہو گئے تو آپ نے قضا کی ادا کا ارادہ کیا۔ رات کو سوتے وقت انہیں بتایا کہ مجھے تین بجے شب چائے اور سحری تیار کر دینا۔ عبداللہ نے عرض کی آقا صاحب کھانے کیلئے تو کچھ بھی نہیں آپ دن کو مطلع فرماتے تو کچھ سحری کا بندوبست ہو جاتا۔ آپ نے پوچھا کہ شام کے دسترخوان سے کچھ بچا کھچا؟ تو عبداللہ نے بتایا روٹیوں کے چند ٹکڑے رومال میں پڑے ہوئے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا بس ٹھیک ہے صرف چائے تیار کر دینا۔

ٹھیک تین بجے آپ نے عبداللہ کو چپکے سے جگایا اور اشارہ کیا کہ تین بج چکے ہیں۔ عبداللہ بستر سے اٹھا چائے تیار کی اور پر سو گیا۔ صبح ہوئی تو عبداللہ باورچی خانے میں برتن صاف کرنے کی غرض سے گیا دیکھا تو باورچی خانے کے تمام برتن صاف تھے۔ جو یقینا آپ نے روزہ رکھنے کے بعد صاف کئے تھے۔ یوں تو اپنی چائے وغیرہ خود بنا لیتے تھے مگر روزہ رکھنے سے قبل مصلی عبادت پر بیٹھتے تو پھر نہ اٹھتے اس لئے روزہ کے دنوں میں باورچی کو تکلیف دیتے تھے۔

باورچی کا آپ کو چھوڑ کر جانے سے انکار

ایک مرتبہ پشاور میں ایرانی کونسلیٹ کے مسئول نے سید عارف حسین الحسینی سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ انہیں ایک قابل اعتماد باورچی تلاش کر دے۔تو آپ نے عبداللہ سے کہا کہ عبداللہ بھائی آپ کونسلیٹ صاحب کے ہاں چلے جائیں ایک تو وہاں تمہیں سہولیات میسر ہونگی دوسرا آپ کو معقول تنخواہ مل جائی گی۔سید عارف حسین الحسینی کی یہ بات سن کر عبداللہ آبدیدہ ہوا اور آپ کی خدمت میں عرض کی ''آقا صاحب اگر آپ مجھ سے تھک گئے ہیں تو پھر مجھے اجازت فرمائیں میں واپس گھر چلا جاتا ہوں۔آپ کے ہوتے ہوئے میں کسی اور کی خدمت نہیں کر سکتا۔'' آپ نے عبداللہ کو گلے لگایا اور کہا ''عبداللہ بھائی میں تو آپ کی بہتری اور اعتماد کیلئے وہاں بھیجنا چاہتا تھا اگر آپ کو میری یہ بات ناگوار گزری ہے تو میں معذرت چاہتا ہوں۔''

اپنے بچوں کو ملازم سے معافی منگوائی

ایک بار آپ ملکی دورہ پر تھے آپ کے بچوں کی کسی شرارت پر عبداللہ نے بچوں کو تھپڑ مار دیا۔آپ دورہ سے گھر واپس تشریف لائے تو آپ کے بڑے بیٹے محمد نے ماجرا سنایا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ عبداللہ ہمیں تھپڑ مارنے والا کون ہے۔آپ نے دونوں بچوں کو پکڑا اور عبداللہ کے پاس لے آئے۔عبداللہ سے وجہ پوچھے بغیر اپنے بچوں سے کہا کہ عبداللہ سے معافی مانگو آخرکار بچوں نے عبداللہ سے معافی مانگی اور آپ نے عبداللہ سے فرمایا کہ عبداللہ بھائی مجھے یقین ہے کہ آپ نے میری عدم موجودگی میں میرے بچوں کو بہتری کے لئے ڈانٹا اور پیٹا لہذا آئندہ بھی خیال رکھا کریں۔

ملازمین کے بچوں سے سختی کرنے پر رحم دلی کا درس

بچوں پر سختی کرنے کا ایک واقعہ آپ کے محافظ ضامن علی نے یوں سنایا کہ ایک بار آقا صاحب کے بچوں کو اسکول سے لینے کے لئے وہ پانچ دس منٹ اسکول گیٹ پر دیر سے پہنچا تو آپ کے بچوں کو وہاں موجود نہ پایا۔ اس خیال سے کہ کہیں ڈرائیور مشرف حسین نہ لے گیا ہو گھر واپس آیا تو بچے گھر بھی نہیں پہنچے تھے۔ تذبذب اور غضب کی صورت میں ضامن حسین ایک بار پھر اسکول کے گیٹ پر پہنچا مگر صورتحال وہی تھی۔ ضامن کی کیفیت اس لئے بھی پریشان کن تھی کہ اتنی بڑی شخصیت کے بچوں کو کسی نے اغوا نہ کرلیا ہو؟ پھر ضامن نے قریبی بازار میں چکر لگائے تو بچے مل گئے۔ اتنے میں گاڑی پر ڈرائیور مشرف حسین بھی پہنچ گئے بچوں کو گاڑی پر بیٹھا کر مدرسہ لے گئے۔ ضامن علی اور مشرف حسین نے محمد اور علی کو ایک کمرے میں بند کیا اور انتہائی سخت سزا دی۔ یہاں تک کہ بچوں کے نحیف و نازک اجسام پر داغ پڑ گئے۔ بچوں نے آخر میں معافی مانگ کر جان چھڑائی۔ بچے بلبلاتے گھر پہنچے۔ آقا صاحب گھر آئے تو بچوں نے رو رو کر تمام داستان سنائی ادھر ضامن و مشرف کو اپنی سختی کا بھی احساس تھا اور آقا صاحب کا بھی مگر آپ نے کئی ماہ تک اشارتاً بھی بات نہ کی البتہ ایک دن تمام سٹاف کو باقاعدہ درس اخلاق دیتے ہوئے صلح اور رحم دلی کے بارے میں گفتگو کی۔

ملازم سے معافی مانگنا

ایسا ہی ایک واقعہ اس وقت پیش آیا جب آقا صاحب کے ایک مہمان رشتہ دار سے ضامین علی نے لڑائی کی۔ آپ کے رشتہ دار نے فوراً گھر جا کر آپ سے ضامین علی کی زیادتی کا شکوہ کیا۔ آپ نے انہیں تسلی دی اور گھر سے باہر آ گئے مگر آپ نے ضامن سے شکوہ تک نہ کیا البتہ مغربین کی نماز کے بعد درس اخلاق میں مہمانوں کی عزت اور تقدس پر دو چار فقرے ملازمین کی گوش گزار کئے۔

یہ دو چار جملے ضامن کے احساس ندامت میں اضافہ کر گئے۔ درس ختم ہوا تو ضامن کے آنکھوں سے شہید سید عارف حسین نے چھلکتے آنسوں بھی دیکھے۔ ضامن فوراً سر جھکائے اپنے کمرے میں آیا اس نیت سے کہ اس کے محسن اور عظیم قائد کو اس سے شکوہ کا موقع ملا اپنا سامان سمیٹنا شروع کیا۔ کپڑے رکھ ہی رہا تھا کہ اتنے میں آپ نے ضامن کا کندھا ہلاتے ہی پوچھا ''ضامن یہ کیا کررہے ہو'' ضامن احتراماً کھڑا ہوا مگر سر جھکا کر دل کا مدعا بیان کیا کہ آقا صاحب میں نے آپ کو شکوہ کا موقع دیا۔ میں شرم سار ہوں اس لئے میرا ضمیر مزید یہاں رہنے سے مجھے ملامت کرتا ہے۔ آپ نے ضامن کو گلے لگایا اور فرمایا ''ضامن بھائی میں نے آپ سے شکوہ تو نہیں کیا میں نے تو درس میں مہمان کی عظمت اجاگر کی اگر میری الفاظ آپ کو ناگوار گزر رہے ہیں تو میں معافی چاہتا ہوں۔''

مزدوروں کو خود پانی پلانا

مدرسہ کی تعمیر شروع ہوئی تو آپ نے اپنے ملازمین کو تاکید فرمائی تھی کہ مستری مزدور آپ کے بھائی ہیں انہیں مدرسہ کا ملازم سمجھیں اور ان کی خاطر تواضع کیا کریں۔

بالخصوص آپ نے عبداللہ پر زور دیا کہ وہ ان کے خورد ونوش سے کوتاہی نہ کرے۔ ایک مرتبہ آپ گھر سے باہر تھے اور گرمی عروج پر تھی۔ مزدوروں نے عبداللہ سے مزید ٹھنڈے پانی کا مطالبہ کیا تو عبداللہ نے نہ صرف ٹال دیا بلکہ ایک کمرے میں آرام سے سوگیا۔ گرمی اور پیاس کی شدت نے مزدوروں کو تنگ کیا ہی تھا کہ اچانک آپ پہنچ گئے۔ گھر جانے سے قبل دھوپ میں کام کرنے والے مزدوروں کے پاس پہنچے۔ ان کی خیریت دریافت کی تو انہوں نے ٹھنڈے پانی کی عدم فراہمی کا شکوہ کیا آپ فورا دفتر پہنچے، فریج سے برف اور ٹھنڈا پانی نکالا اور خود بالٹی اٹھا کر فرداً فرداً مزدوروں کو پانی پلایا، اور ساتھ ہی ان کی تکلیف پر معذرت کی۔

یہ آپ کے اخلاق کا نتیجہ تھا کہ تمام مزدور دن رات مدرسہ کی تعمیر میں مصروف رہتے تھے۔

پودوں کو پانی دینے میں ملازم کی مدد

مدرسے کی تعمیر شروع تھی تو اس کے صحن کو خوبصورت بنانے کے لئے سبزہ اور چھوٹے پودے لگا دیئے گرمی کا موسم تھا آپ اپنے کمرے میں موجود تھے اور آپ کا محافظ ضامن علی دھوپ میں پودوں کو پانی دینے لگا۔ وہ کافی دیر تک دھوپ میں کھڑا ہو کر پانی دیتا رہا اور آپ شاید یہ منظر کھڑکی سے دیکھتے رہے۔ آخر آپ کمرے سے باہر نکلے ضامن علی کے پاس گئے اس سے پانی کا پائپ لیا اور اسے آرام کرنے کا کہا مگر ضامن علی نے عرض کی آقا صاحب کون سا مشکل کام ہے؟ لیکن آپ نے فرمایا کام مشکل نہیں مگر آپ کو دھوپ میں کھڑے ہوئے کافی وقت گزر گیا ہے لہٰذا کچھ دیر پنکھے کے نیچے آرام کر لو میں پانی دیتا ہوں اور آپ نے ایسا ہی کیا۔

ڈرائیور کی پنکچر لگانے میں مدد اور فروٹ کاٹ کر کھلانا

ایک مرتبہ سفر کے دوران آپ کی گاڑی کا ٹائر پنکچر ہو گیا تو ڈرائیور سمیت آپ گاڑی سے نیچے اتر آئے۔ ڈرائیور غلام عباس نے آپ کو درخت کے سائے میں آرام کرنے کو کہا اور وہ خود پہیہ کھولنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اس دوران گاڑی کی ڈگی کھولی اور وہاں پڑا ہوا اضافی پہیہ نکالا اور غلام عباس کے پاس لے آئے۔ غلام عباس نے آپ کے تکلیف اٹھانے پر معذرت کی تو آپ نے فرمایا ''ہم دو بھائی ہمسفر ہیں لہذا آدھا کام آپ آدھا مجھے کرنا پڑے گا۔'' اور پھر ڈرائیور نے اضافی پہیہ فٹ کیا تو آپ نے پنکچر والا پہیہ اٹھا کر ڈگی میں رکھ دیا۔

غلام عباس ڈرائیور نے مزید بتایا کہ اگر گاڑی چلانے کے دوران کبھی فروٹ کھانے کا موقع ملتا تو آپ فروٹ کاٹ کر میرے منہ میں دے دیتے تھے۔ کئی بار معذرت کی مگر آپ فرماتے کہ ''آپ کے دونوں ہاتھ مصروف ہیں اس لئے ایسا کرنا ہی ہمارا فریضہ ہے۔''

کارکنوں سے محبت اور اپنے آپ کو ان سے برتر نہ سمجھنا

ایک دفعہ یوم القدس کے مظاہرے کے لئے پاراچنار کوہاٹ اور پشاور کے گردونواح کے علاقہ جات سے لوگ مدرسے میں اکھٹے ہوئے اور رات کو مدرسے کے ہال میں سو گئے اور آپ نے بھی مہمانوں کے ساتھ اسی کمرے میں سونے کا ارادہ کیا۔ آپ ہال کے ایک کونے میں ایک معمولی چٹائی پر ایک معمولی سی دری بچھا کر سو گئے۔ ہجوم کے باعث ہال میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی کہ رات کو اسی دوران تحریک کا پریس سیکرٹری انور زیب آ گیا۔ آپ نے اسے بلایا اور اپنی دری پر ساتھ سونے کی پیشکش کی۔ آخر وہ آپ کے ساتھ سو گیا اور یوں آپ کو شب بھر پہلو کے بل سونا پڑا۔ انور زیب نے آپ کو تمام رات ایسی حالت میں دیکھ کر محسوس کیا کہ صبح آپ سے تکلیف کی معذرت چاہے گا۔ مگر آپ نے صبح اٹھتے ہی انور زیب سے کہا ''میرے بھائی تکلیف اٹھانا پڑی میں معذرت چاہتا ہوں۔'' انور زیب نے کہا '' آقا صاحب تکلیف تو آپ کو ہوئی ہے''، مگر آپ نے فرمایا '' آپ چھوٹے بھائی اور تحریک کے کارکن ہیں اس لئے مجھے آپ کی تھکاوٹ اور تکلیف کا احساس ہے۔''

باورچی خانہ اور دفتر کے کاموں میں برابر کا حصہ لینا

اکثر ملازمین نے بتلایا ہے کہ شہید مظلوم حضرت علامہ سید عارف حسین الحسینی ان کے ساتھ باورچی خانہ اور دفتر کے کاموں میں برابر کا حصہ لیتے تھے حالانکہ کئی بار ملازمین نے معذرت کی مگر آپ اکثر فرمایا کرتے تھے'' یہ میرے لئے بہتر ہے۔'' بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ ملازمین بازار سے سودا سلف لے کر آتے تو آپ کبھی برتن دھو رہے ہوتے، کبھی دفتر کی صفائی کر رہے ہوتے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ جو کام دن یا رات کو ملازمین سے رہ جاتا اور ملازمین آرام کے لئے سو جاتے تو آپ چپکے سے اٹھتے اور کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیتے۔

علاوہ ازیں اگر ملازمین سو رہے ہوتے اور کوئی مہمان آتا تو آپ خود مہمانوں کی خدمت کرتے۔ برادر سجاد میکن سابق ڈویژنل صدر سرگودھا ڈویژن نے اس بات کی تصدیق کی کہ ایک مرتبہ رات کے پچھلے پہر آئی۔ ایس۔ او کے چند احباب آپ کے مدرسہ پشاور پہنچے تو تمام ملازمین سو رہے تھے۔ علامہ عارف حسین الحسینی خود گھر گئے جو کچھ باورچی خانہ اور گھر میں تھا نوجوانوں کو پیش کیا۔ نوجوان کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ نے انہیں گرم چائے پیش کی جو آپ نے خود تیار کی تھی۔ نوجوان چائے سے لطف اندوز ہو چکے تو آپ نے مہمان خانہ میں سونے کی دعوت دی اور تمام بستر بچھا دیئے۔

دفتر کی صفائی

سید اقرار حسین نقوی سابق مرکزی صدر آئی۔ ایس۔ او جو آپ کے دفتری امور میں معاون تھے نے بتایا کہ ایک مرتبہ آپ نے دفتر اور لائبریری کی صفائی کرنے کی خواہش ظاہر کی اور تھوڑی دیر بعد فرمایا ''سید اقرار حسین آیئے آپ اور میں دونوں بھائی صفائی کر لیتے ہیں۔'' گرمی کا موسم تھا پنکھے بند کر دیئے اور صفائی شروع کر دی۔ آپ نے سید اقرار حسین کے ساتھ برابر کا کام کیا۔ کتابیں اور دریاں جھاڑیں، فرش صاف کیا، الماریاں ترتیب سے رکھیں۔ غرضیکہ آپ نے اتنا کام کیا کہ آپ کے کپڑے پسینے سے شرابور اور چہرہ و بال گرد آلودہ ہو گئے۔

یہ میرا بیٹا ہے اس کیلئے تکلیف برداشت کرنا میری ذمہ داری ہے آپ کی نہیں

ایک مرتبہ آپ راولپنڈی سے پشاور آ رہے تھے رات کافی ڈھل چکی تھی۔ سید اقرار حسین نقوی بھی آپ کے ساتھ گاڑی میں پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے جبکہ اس سفر میں آپ کا بیٹا علی بھی ساتھ تھا۔ علی کو نیند آ گئی تو آپ نے اپنے بیٹے کو اپنی گود میں لے لیا چونکہ آپ بھی دن بھر کے امور کی وجہ سے کافی تھک چکے تھے اس لئے آپ کو اونگھ آ گئی جس کی وجہ سے آپ کا عمامہ سر سے سیٹ

پر گر گیا۔ سید اقرار حسین نے جلدی سے آپ کی گود سے علی کو لینا چاہا تو آپ نے فرمایا ''اقرار بھائی آپ بھی تھکے ہوئے ہیں آرام فرمائیں یہ میرا بیٹا ہے اس کیلئے تکلیف برداشت کرنا میری ذمہ داری ہے آپ کی نہیں''

انصاف کا تقاضہ یہی ہے کہ آپ سے زیادہ بوجھ میں اٹھاؤں

ایک دفعہ مدرسہ کے لئے لکڑیاں لائی گئیں۔ ٹرک والے لکڑیاں مدرسہ کے گیٹ کے باہر پھینک کر چلے گئے۔ آپ گھر سے نکلے دیکھا کہ ایک ادھیڑ عمر نحیف مزدور دن کی گرمی میں لکڑیاں اٹھا کر مدرسہ میں ڈال رہا تھا۔ آپ نے دریافت کیا تو وہ کہنے لگا دوسرے مزدور اور ملازمین آرام کر رہے ہیں آپ نے آستینیں چڑھائیں اور خود لکڑیاں اٹھانے لگے۔ آپ بڑی اور وزنی لکڑیاں اٹھانے لگے تو مزدور نے کہا ''شاہ صاحب آپ لکڑیاں نہ اٹھائیں اگر تکلیف کرنی ہی ہے تو ہلکی لکڑیاں اٹھائیں۔'' مگر آپ نے فرمایا ''آپ میرے جسم کے مقابلے میں نہایت کمزور اور عمر کے مقابلے میں کافی بزرگ ہیں اس لئے انصاف کا تقاضہ یہی ہے کہ آپ سے زیادہ بوجھ میں اٹھاؤں۔'' آخر آپ نے ایسا ہی کیا۔

عبداللہ کو شرمندگی سے بچانا

عبداللہ چوکیدار سارا دن مدرسہ کے کام کرتا اور رات کو چوکیداری کے فرائض سرانجام دیتا تھا۔ تھکاوٹ کی وجہ سے وہ کبھی کبھار رات کو سو بھی جاتا تھا جس کی دیگر ملازمین نے علامہ سید عارف حسین الحسینی سے شکایت کی کہ وہ رات کو کما حقہ نگرانی نہیں کرتا۔ آپ نے بھی عبداللہ کو احباب کے شکوہ سے آگاہ کیا مگر عبداللہ نے اپنا دفاع کیا۔

ایک مرتبہ آپ رات کے وقت سفر سے گھر آئے تو ڈرائیور نے گیٹ پر سوئے ہوئے عبداللہ پر گاڑی کی لائیٹس دیں تا کہ آقا صاحب دیکھ سکیں کہ عبداللہ اپنی ڈیوٹی سے غافل سویا ہوا ہے۔ مگر

آپ نے اپنے ڈرائیور کو حکم دیا اور فرمایا کہ ایسا نہ کریں۔عبداللہ اگر جاگ پڑا تو اسے شرم آئے گی۔کیونکہ وہ مجھ سے کہہ چکا ہے کہ وہ رات کو نہیں سوتا۔

آخر اپنے محبوب اور مظلوم قائد کے ہجر میں ملازمین کیسے ماتم نہ کریں انہیں تو اس ملکوتی انسان کا ایک ایک انداز یاد ہے۔کوئی کہتا ہے وہ میرے ساتھ دفتر کی صفائی کرتے تھے،کوئی کہتا ہے کہ میرے ساتھ دفتر کے برتن دھوتے تھے،کوئی کہتا ہے وہ گرمی کی شدت میں کام کرتے تھے، کوئی کہتا ہے وہ ہماری معمولی سی ناراضگی پر معافی مانگ لیتے تھے۔وہ بہت کچھ کرتے تھے مگر کچھ نہ کہتے تھے۔وہ عیدوں پر ملازمین کو نئے کپڑے خرید کر دیتے۔وہ حج سے واپس آتے تو ہر ملازم کو اپنے لباس جیسا لباس تحفہ دیتے۔کوئی ملازم بیمار ہو جاتا آپ اس کے سرہانے بیٹھ کر سر دباتے۔ یہی وجہ ہے کہ آج اس گلستان سے بچھڑا ہوا ہر عندلیب زندگی بھر کے لئے اداسی اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔

شہید قائد کی روحانیت اور کشف و کرامات

علامہ سید عارف حسین الحسینی کی قائدانہ صلاحیتوں، ریاضت، خلوص، تقویٰ، روحانیت، علم و حلم اور افکار و اظہار سے ان کے احباب یا ملت جعفریہ کے افراد بخوبی آشنا ہوں گے۔مگر یہ سب کچھ تصویر کا ایک رخ تھا جو عوام کی نظروں کے سامنے رہا۔لیکن اسی کے ساتھ تصویر کا دوسرا رخ تا حال سربستہ راز رہا بلکہ سربستہ راز رکھا گیا۔جس کے پس پردہ کچھ ایسے واقعات پوشیدہ تھے جن کے اظہار پر خود علامہ سید عارف حسین الحسینی کے حکم کے باعث پابندی تھی۔اس کی کیا وجوہات تھیں؟ ہر صاحب عقل خود فیصلہ کر سکتا ہے لیکن آپ کی شہادت کے بعد یہ راز بھی راز نہ رہے اور شاید پہلی مرتبہ منظر عام پر لائے جا رہے ہیں۔

تصویر کا دوسرا رخ روحانی کشف وکرامات کا تھا جو وقت کی دبیز تہوں میں لپٹا رہا۔مگر یہاں چند ایک واقعات کی روشنی میں اس ملکوتی شخصیت کا عکس ضرور ابھرے گا اور پھر یہ احساس نشتر بن کر دل میں اترنے لگے گا کہ ''جب قومیں ایسی نعمت خداوندی کا پاس نہیں کرتیں تو خدا ان سے نعمتیں سلب کر لیتا ہے۔''

میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہماری تحریک کامیاب ہوگی

حسین علی آف پاراچنار کے بقول کہ جب آپ پاراچنار میں مدرس تھے تو آپ نے حکومت کے خلاف ایک تحریک کا آغاز کیا تھا جس کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ چند احباب نے کرُم ایجنسی کے حالات کے پیش نظر آپ کو اس تحریک پر نظر ثانی کی اپیل کی تو آپ نے اسی دوران ایک شب خواب دیکھا کہ آپ رو بہ قبلہ ہو کر دنبہ ذبح کر رہے ہیں۔صبح آپ نے احباب کو بلا کر فرمایا ''میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہماری تحریک کامیاب ہوگی۔'' پھر وقت کو آپ کے دعویٰ کی حقیقت کو تسلیم کرنا پڑا اور کرُم ایجنسی کی تاریخ میں پہلی بار حکومت کے خلاف آپ کی تحریک کامیاب ہوئی۔

جب موت آئی تو میرے گرد چوکیدار اور محافظ کے دائرے ٹوٹ جائیں گے

جب آپ نے قیادت سنبھالی اور پشاور صدر میں تحریک کے مرکزی دفتر کا قیام فرمایا تو آپ کے پاس صرف دو ساتھی حسین علی اور محافظ ضامن حسین ہوا کرتے تھے۔آپ شب کے پچھلے پہر عبادت کے لئے اٹھتے اور کمرے سے باہر تشریف لے جاتے تھے۔ایک مرتبہ ان دونوں افراد نے گزارش کی کہ جب آپ باہر جانا چاہیں تو انہیں آگاہ فرمایا کریں تا کہ ماحول کا جائزہ لے لیا جائے۔آپ نے ان دونوں احباب سے فرمایا ''یاد رکھنا جب موت آئی تو میرے گرد چوکیدار اور محافظ کے دائرے ٹوٹ جائیں گے۔'' اور پھر ایسا ہی ہوا کہ ۵ اگست ۱۹۸۸ء کی صبح چوکیدار اور

محافظ چند لمحوں کے لئے آپ کے گرد سے ہٹے اور شہادت نے آپ کو سینے سے لگالیا۔

وائرلس سیٹ اور شہید کی کرامت

قیادت کے دوران آپ نے دوبئی میں مقیم اپنے قریبی اور بااعتماد ساتھی حاجی زائر حسین کو ایک قیمتی وائرلیس سیٹ لانے کو کہا۔ زائر حسین نے دوبئی ائیر پورٹ پر پہنچنے سے قبل آپ کو پشاور فون کیا کہ چیز تو خرید لی ہے مگر ائیر پورٹ پر اس کا لانا انتہائی مشکل ہے اگر وہ یہاں تک لانے میں کامیاب ہو بھی گیا تو اسلام آباد پاکستان ائیر پورٹ سے محفوظ رہنا مشکل ہو جائے گا۔ آپ نے فون پر انہیں ایک آیت بتائی کہ دس مرتبہ پڑھ کر بے خوف وخطر آ جائیں اور اسلام آباد ائیر پورٹ پر آپ کی غیبی مدد ہوگی۔ چونکہ زائر حسین آپ کے معتقد تھے انہوں نے ایسا کیا اور دوبئی ائیر پورٹ پر پہنچ گئے۔ بتاتے ہیں کہ ان کے سامنے لوگوں کا سامان کمپیوٹر سے چیک ہو رہا تھا اور بکس میں موجود ایک ایک چیز کمپیوٹر بتائے جا رہا تھا۔ جب اس کا بکس کمپیوٹر کی گرفت میں آیا تو کمپیوٹر نے ایک ایک چیز بتانی شروع کر دی لیکن عین اسی لمحہ کمپیوٹر آپریٹر کو عرصہ سے بچھڑے ہوئے کسی دوست نے قریب سے آواز دی تو وہ بے اختیار اٹھ کر دوست کے گلے لپٹ گیا اور اس طرح حاجی زائر حسین سے سامان لے جانے کو کہا اور حاجی صاحب پورے اعتماد کے ساتھ وائرلیس سیٹ والے اٹیچی کیس لے کر جہاز میں سوار ہو گئے۔ جب حاجی زائر حسین اسلام آباد پہنچے تو جہاز سے اترنے کے فوراً بعد ایک شخص ان کے قریب آیا اور فرمایا گھبرایئے گا نہیں۔ اس شخص نے حاجی زائر حسین کا ہاتھ پکڑا اور انہیں گیٹ پر لے آیا اور خدا حافظ کہا۔ حاجی زائر حسین کے بقول کہ تھوڑی دیر نظر آنے کے بعد یہ شخص اچانک غائب ہو گیا۔ انہوں نے اس شخص کو تلاش کرنے کی کافی کوشش کی تاکہ کوئی تحفہ دے سکیں مگر وہ شخص نہ جانے کہاں گم ہو گیا تھا۔ حاجی زائر حسین نے علامہ سید عارف حسین الحسینی کو ان کی مطلوبہ چیز فوراً پہنچا دی اور سارا ماجرا سنایا آپ نے تاکید فرمائی کہ اس واقعہ کو اپنے تک محدود رکھیں۔

پہلے مجھے اس ولی کی زیارت کراؤ پھر میں گاڑی ٹھیک کروں گا

غلام عباس ڈرائیور جو تا وقت شہادت آپ کے ساتھ رہے روحانی رازوں سے یوں پردہ اٹھاتے ہیں۔ کہ جب وہ آپ کے پاس بطور ڈرائیور آئے تو آغاز میں ایک دن علامہ صاحب نے انہیں اپنے کمرے میں بلایا اور دیگر باتوں کے علاوہ اس بات کی سختی سے تاکید فرمائی کہ اگر وہ آپ کی قربت میں کوئی راز پائے تو اسے ہر حال میں دیگر لوگوں سے پوشیدہ رکھیں۔ انہوں نے آپ کی شہادت تک ایسا ہی کیا مگر اب وہ بتاتے ہیں کہ آغاز میں آپ کے ساتھ کثرت سفر سے وہ کچھ اکتا چکا تھا مگر جب آپ کی قربت میں اس نے کچھ پایا تو پھر زندگی وقف کر دینے کا عزم کر لیا۔ بقول ان کے کہ ایک مرتبہ علامہ سید عارف حسین الحسینی جنرل سید تصور حسین، آپ کا محافظ اور وہ ڈیرہ اسماعیل خان جا رہے تھے عین مغرب کے وقت ڈیرہ سے تقریباً چالیس کلومیٹر دور ''پیزؤ'' کے مقام پر گاڑی کا ''کراس'' دھماکہ کے ساتھ ٹوٹ گیا اور گاڑی کڑ کڑ کرتی رک گئی۔ اب ہر طرف اندھیرا چھانے لگا نہ کوئی واقف شخص اور نہ ٹریفک کی فراہمی۔۔۔۔ حساس علاقہ میں علامہ سید عارف حسین الحسینی کچھ لمحات کیلئے سوچوں میں گم ہو گئے اور تھوڑی دیر بعد فرمایا ''عباس گاڑی چلاؤ'' انہوں نے کہا آقا صاحب گاڑی چلنے کے قابل نہیں ہے آپ نے دوسری بار جنرل تصور حسین سے فرمایا ''جنرل صاحب عباس پریشان ہو رہا ہے آپ بسم اللہ کریں'' جنرل صاحب نے گاڑی چلائی تو گاڑی نے رینگنا شروع کر دیا اور آہستہ آہستہ رفتار پکڑنے لگی اور یوں یہ افراد ڈیرہ پہنچ گئے۔

ڈیرہ پہنچنے کے فوراً بعد عباس ورکشاپ پہنچا اور مستری نے معائنہ کرنے کے بعد پوچھا کہ گاڑی اس حالت میں کہاں سے لائے ہو؟ چالیس میل دور سے جب اس کا کراس ٹوٹا تھا۔ عباس نے برجستہ جواب دیا۔۔۔ مستری نے کہا کراس ٹوٹ جانے کے بعد گاڑی کا ایک فرلانگ رینگنا بھی ناممکن ہے۔ عباس نے آخر علامہ سید عارف حسین الحسینی ذکر کیا اور ماجرہ سنایا تو مستری نے بے اختیار کہا پہلے مجھے اس ولی کی زیارت کراؤ پھر میں گاڑی ٹھیک کروں گا۔ آخر وہ مستری آپ

سے ملنے آیا دعا کی اپیل کی اور گاڑی مفت ٹھیک کر کے دی۔

یاد رکھو ہمیں سفر میں کوئی تکلیف نہیں آئی گی اور نہ کوئی دشمن ہم پر حملہ آور ہوگا

آپ کا معمول تھا کہ اکثر رات ڈھلنے کے بعد سفر کرتے اور طویل مسافتوں کو طے کر کے صبح پروگرام کے مطابق جہاں پہنچنا ہوتا پہنچ جاتے۔ آپ کے احباب کے بقول آپ ۱۶ سے ۱۸ گھنٹے تک بھی متواتر سفر کرتے رہتے تھے۔ آپ کے معمول اور حالات وخدشات کے پیش نظر کئی مرتبہ ڈرائیور اور احباب نے رات کی تاریکی میں سفر ترک کرنے کی اپیل کی۔ ایک مرتبہ ڈرائیور کے تکرار پر آپ نے فرمایا ''یاد رکھو اور مطمئن رہنا کہ ہمیں سفر میں کوئی تکلیف نہیں آئی گی اور نہ کوئی دشمن دوران سفر ہم پر حملہ آور ہوگا۔'' آخر ایسا ہی ہوا کہ آپ نے ملک بھر میں لاکھوں میل سفر کیا مگر ایک پل بھی مصیبت دامن گیر ہوئی نہ کوئی دشمن راستے میں حائل ہوا۔

عباس ڈرائیور کی سوچ سے آگاہی

ایک مرتبہ عید قربان سے دو دن قبل آپ ملک کے کسی شہر کا دورہ کر کے پشاور گھر تشریف لائے تو عباس ڈرائیور کو بلا کر پانچ سو روپے دیئے کہ وہ آپ کی والدہ محترمہ کے لئے کچھ چیزیں لائے کیونکہ آپ کو اگلے روز عید کے لئے اپنے آبائی گاؤں پیواڑ جانا تھا۔ آپ رقم دے کر گھر کی بالائی منزل پر سونے چلے گئے۔ عباس نے بتایا کہ میں رقم لے کر تھوڑی دیر کے لئے مدرسہ میں بیٹھ گیا اور بازار جانے سے قبل کچھ مایوس ہوا کہ آقا صاحب نے دو ماہ سے تنخواہ نہیں دی دوسرا آج عید کے لئے بھی کچھ عطا نہیں کیا جو کہ خلاف توقع تھا۔

مایوسی اور خیالات میں گم آپ کی گھر کی سیڑھیوں میں بیٹھا یہی سوچ رہا تھا کہ پرسوں عید ہو گی آقا صاحب نے مجھے بچوں کے لئے کچھ بھی نہیں دیا اور اب میں کس سے جا کر قرض مانگوں اور کس سے اپنی مجبوری کا اظہار کروں؟ پھر خیال آیا کہ مدرسہ کے سیکرٹری سے دو ہزار روپے قرض

لے لوں اور اسے تنخواہ ملنے کے بعد لوٹا دوں گا۔'' میں سوچوں میں گم ہی تھا کہ سیڑھیوں پر آہٹ محسوس ہوئی پیچھے مڑ کر دیکھا تو علامہ عارف حسین الحسینی اپنی جیب میں ہاتھ ڈالے نیند سے بیدار ہو کر آرہے ہیں میں احتراماً اٹھ کھڑا ہوا آپ نے جیب سے کچھ رقم نکالی اور مجھے دیتے ہوئے فرمایا ''جاؤ بازار سے اپنے بچوں کے لئے بھی چیزیں خرید لو'' میں نے احتراماً عرض کی'' آقا صاحب میرے پاس رقم ہے۔'' میرا جملہ سن کر آپ نے نظروں میں نظریں ڈالتے ہوئے فرمایا'' اگر آپ کے پاس رقم تھی تو پھر یہاں بیٹھے کیا سوچ رہے تھے''؟

آپ رقم دے کر واپس گھر چلے گئے عباس نے رقم گنی تو اتنی ہی تھی جتنی وہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے سوچ رہا تھا۔ بقول عباس کے وہ مسجد میں گیا توبہ کی آئندہ وہ ایسے ملکوتی انسان کے بارے میں کبھی ایسا نہیں سوچے گا۔

عباس بسم اللہ کرو اور گاڑی پانی میں ڈال دو

عباس مزید انکشاف کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عید منانے کے لئے علامہ سید عارف حسین الحسینی اور آپ کے بچے پاراچنار میں تھے کہ بارشوں کی وجہ سے کرّم ایجنسی میں سیلاب آیا ہوا تھا۔ پاراچنار سے کچھ میل دور ایک بڑا نالہ بہہ رہا تھا جس کی وجہ سے پوری ٹریفک معطل تھی اور کناروں کے دونوں اطراف سینکڑوں ویگنیں اور ٹرک کھڑے ہوئے تھے۔ سینکڑوں لوگ کناروں پر مایوس بیٹھے اپنی اپنی منزل تک پہنچنے کی سوچ رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر عباس ڈرائیور بھی مایوس ہو گئے مگر اسی اثناء میں آپ نے عباس سے فرمایا'' نیچے اتریں اور پانی کی گہرائی اور تیزی کا اندازہ کریں۔'' عباس نے جائزہ لینے کے بعد عرض کی'' آقا صاحب اس حالت میں عبور کرنا ناممکن ہے۔''

آپ نے تھوڑی دیر سوچا اور پھر حکم دیا کہ'' عباس بسم اللہ کرو اور گاڑی پانی میں ڈال دو۔'' عباس نے عرض کی'' آقا صاحب گاڑی سے پانی بلند بھی ہے اور تیز بھی۔'' مگر آقا صاحب نے پھر وہی جملہ دہرایا کہ'' تم بسم اللہ کرو۔'' عباس کہتے ہیں کہ میں نے حکم کی تعمیل کی گاڑی کنارے پر لایا

تو کناروں پر موجود لوگ چیخنے لگے کہ خدارا ایسا نہ کرو گاڑی لہروں میں بہہ جائے گی۔ مگر عباس نے گاڑی پانی میں ڈال دی۔ چند قدم چلنے کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ گاڑی لہروں کی سمت بہنا شروع ہوگئی اور اس دوران مایوس ہو کر اس نے آپ کے چہرے پر نظر ڈالی دیکھا کہ آپ آنکھیں بند کر کے کچھ تلاوت فرما رہے تھے۔ بقول عباس کے اسی لمحے انہیں ایسے محسوس ہوا کہ گاڑی کو کسی نے اٹھایا اور دوسرے کنارے پر رکھ دیا۔ یہ منظر دیکھ کر درجوں لوگ گاڑی میں براجمان شخصیت کی زیارت کرنے کیلئے دوڑے مگر آپ نے حکم دیا ''عباس رکو مت'' پلک جھپکنے میں آپ لوگوں کے دائرے کو توڑ کر نکل گئے۔ مگر آپ کے اس روحانی منظر کو آج بھی وہ لوگ اپنے حلقوں میں دہراتے ہیں۔

دلوں کے راز جاننے کی قدرت

۱) ایک مرتبہ آپ اپنے گاؤں پیواڑ میں تشریف لے گئے تو عباس ڈرائیور کے گھر والوں نے ان سے کہا کہ آپ نے آج تک آقا صاحب کی دعوت نہیں کی تو عباس نے کہا ''آقا صاحب کے ساتھ کافی افراد ہوتے ہیں اہتمام کرنا مشکل محسوس ہوتا ہے۔'' گھر والوں نے کہا کہ آپ آج جائیں آقا صاحب کو ناشتہ کی دعوت دے کر آئیں۔ عباس کہتے ہیں کہ ''آقا صاحب کے ڈیرہ پر گیا آپ بیسیوں افراد کے درمیان براجمان تھے۔ دل میں خیال آیا کہ جب یہ تمام لوگ اٹھ جائیں گے پھر ناشتہ کی دعوت دوں گا مگر کچھ لمحات بعد آقا صاحب نے وہاں پر بیٹھے ہوئے معززین سے کہا کہ کل صبح عباس کے گھر ناشتہ ہوگا آپ کو دعوت دی جاتی ہے۔ عباس کہتے ہیں کہ آقا صاحب کی یہ بات سن کر میرے حواس اڑ گئے کہ ابھی تک یہ راز تو میرے دل میں ہی تھا مگر آقا صاحب پر کیسے افشاں ہوگیا؟ پھر خیال آیا کہ ایسا تو پہلے بھی کئی بار مشاہدہ کر چکا ہوں کہ یہ شخصیت دلوں کے راز سے بھی واقف ہے۔

۲) انور زیب (جو کسی زمانہ میں اہل حدیث تھا اور علامہ سید عارف حسین الحسینی کی قربت کی بدولت شیعہ ہو گیا تھا) نے بتایا کہ اس کے شیعہ ہونے کے بعد علاقہ کے اہل حدیث نہ صرف اسے برا بھلا کہا بلکہ دیگر گھریلو مشکلات سے دوچار کرنے کے بعد وہ انور زیب کی جان کے دشمن بن گئے ساتھ یہ الزام بھی عائد کیا کہ یہ شخص شیعہ عالم دین مولانا سید عارف حسین الحسینی کا ایجنٹ ہے۔ علاقہ کے چند جنونی مذہبی لوگوں نے یہ طے کیا کہ اگر اسے کبھی علامہ سید عارف حسین الحسینی کے ساتھ دیکھ لیا گیا تو قتل کر دیا جائے گا۔

ایک مرتبہ علامہ سید عارف حسین الحسینی راولپنڈی جا رہے تھے تو آپ نے انور زیب سے کہا چلیں پنڈی چلتے ہیں۔ انور زیب نے حکم کی تعمیل کی اور روانہ ہو گئے۔ انور زیب گاڑی میں شیشے کے ساتھ اور علامہ سید عارف حسین الحسینی درمیان میں بیٹھے تھے۔ راستہ میں نوشہرہ کے قریب برلب سڑک انور زیب کا گاؤں واقع تھا۔

جب گاڑی نوشہرہ سے تین میل کے فاصلے پر پہنچی تو انور زیب کے دل میں ایک خوف نے جنم لینا شروع کر دیا کہ آج گاؤں والے یقیناً اسے عمام والے مولوی کے ساتھ دیکھیں گے اور اس تصدیق کے بعد اس پر حملہ کریں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ گاؤں جوں جوں قریب آتا گیا خوف توں توں بڑھتا گیا۔ مگر وہ آپ سے یہ عرض کرنے کی جرات نہیں کر رہا تھا کہ آپ عمامہ یا عبا اتار دیں۔ لیکن انور زیب کے گاؤں سے دو فرلانگ دور علامہ سید عارف حسین الحسینی نے آہستہ سے اپنی عبا اور عمامہ اتار کر سیٹ پر رکھ دیا اور سر پر ٹوپی لے لی اور پھر انور زیب کے گاؤں سے دو تین فرلانگ دور جا کر عبا اور عمامہ دوبارہ سجا لیا۔

جب انور زیب نے اپنے گھر والوں کو آپ کی روحانیت اور دیگر علم و حلم کی داستانیں سنائیں تو تمام گھر والوں نے بھی مذہب شیعہ اختیار کر لیا۔

۳) ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان پشاور آپ کے پاس آیا اور تحریک کی خدمت اور آپ کی قربت میں زندگی وقف کرنے کا اظہار کیا۔ آپ نے اس کی خدمات قبول فرمائیں اور اسے تحریک کے

سٹاف میں شامل کرلیا۔ ایک روز عصر کے وقت یہ نوجوان مدرسہ کی دیوار کے سائے تلے چارپائی پر بیٹھا اپنی تعلیم، مستقبل اور ضعیف والدین کی مالی معاونت کے بارے میں گہری سوچوں میں گم ہی تھا کہ ایسے میں آپ کا گزر ہوا آپ اس نوجوان کے پاس ٹھہرے اور فرمایا ''زندگیاں وقف کرنے والے پیسوں کے چکر میں نہیں پڑتے، اٹھو نماز ادا کرو۔'' آپ کا یہ جملہ سن کر وہ نوجوان مچھلی کی طرح تڑپا، معذرت کی اور پھر ایسا نہ سوچنے کا دل میں تہیہ کیا۔

۴) دلوں کے رازوں سے آگاہی پر آپ کی قدرت رکھنے کا واقعہ انصار حسین یوں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ آپ کے گھر پشاور میں مقیم تھے کہ آپ اپنے احباب سمیت راولپنڈی کے لئے عازم سفر ہوئے۔ بقول انصار حسین کہ ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر آقا سید عارف حسین الحسینی انہیں بھی ساتھ لے چلتے تو مناسب ہوتا۔ گاڑی روانہ ہونے لگی تو آپ نے ڈرائیور سے کہا کہ انصار حسین کو بلاؤ اور انہیں بھی ساتھ لے چلو۔

دوسری بار آپ پشاور سے لاہور جانے لگے تو انصار حسین کے دل میں خیال آیا کہ آقا صاحب انہیں لاہور لے جاتے تو سیر ہو جاتی۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ آپ نے انصار حسین کو بلا کر اپنے ساتھ چلنے کو کہا اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ''آپ نے راولپنڈی کی سیر کر لی ہے لاہور بھی دیکھ لو۔ زیادہ سوچا نہ کرو برملا خواہش کا اظہار کر دیا کرو۔''

ننھا محافظ

۴ جولائی ۱۹۸۷ء کو آپ لاہور میں امامیہ آرگنائزیشن کے سابق چیئرمین احمد رضا خان کے گھر لاہور تشریف لائے تو آپ نے گاڑی گلی میں کھڑی کر دی اور کافی دیر گھر میں بیٹھے رہے جبکہ اسی دوران احمد رضا خان کا کم سن بھانجا ایک فطری عقیدت کے باعث آپ کی گاڑی کے قریب بیٹھا رہا۔ جب آپ باہر نکلے تو اس چھوٹے سے بچے کو اپنی گاڑی کا محافظ پایا۔ اتفاق سے اس بچے کے منہ پر کچھ بدنما دانے نکلے ہوئے تھے جو لاعلاج ثابت ہو چکے تھے۔ آپ نے بچے کے منہ کی

جانب دیکھا اور تھوڑی دیر بعد اپنی انگشت پر اپنا لعاب لے کر بچے کے منہ پر لگا دیا۔ٹھیک ایک ہفتہ میں یہ لاعلاج مرض ہمیشہ کیلئے ختم ہو گیا اور یوں ننھے سے محافظ کو بدنما بیماری سے نجات مل گئی۔

تھوڑی دیر تک یہ اجتماع بادشاہی مسجد تک پہنچ جائے گا

سردار سجاد حسین میکن سرگودھا نے بتایا کہ ۶ جولائی ۱۹۸۷ء کی تاریخ ساز قرآن وسنت کانفرنس لاہور کے موقع پر جب اجتماع کیلئے جگہ مقرر کرنے کا مسئلہ پیش آیا تو تحریک کے تمام سرکردہ رہنماؤں نے فیصلہ کیا کہ یہ اجتماع موچی دروازہ یا یونیورسٹی گراؤنڈ میں ہوگا مگر علامہ سید عارف حسین الحسینی نے ۴ جولائی کو فیصلہ فرمایا کہ ہمارا اجتماع انشاءاللہ مینار پاکستان کے سائے تلے ہوگا۔آپ کا فیصلہ سن کر تمام احباب گھبرا گئے اور دلائل دینے لگے کہ ملت شیعہ کا پہلا اجتماع ہے اگر ہم مینار پاکستان کا پیٹ نہ بھر سکے تو پھر قیادت اور ملت کے وقار پر ضرب کاری لگے گی۔ تمام احباب نے کئی دلائل دیئے مگر آپ نے بارہا فرمایا کہ ''اجتماع مینار پاکستان کے سائے تلے ہو گا اور دنیا دیکھے گی کہ ہمارا اجتماع کس قدر کامیاب ہوتا ہے۔'' آخر سب کو حکم کی تعمیل کرنا پڑی مگر یہ خدشہ ذہن پر سوار رہا کہ اجتماع مینار پاکستان کی وسعت کا بھرم نہیں رکھ سکے گا۔

تحریک کے احباب شب وروز مینار پاکستان کے چکر لگانے میں مصروف تھے آخر ۶ جولائی کی شب علامہ سید عارف حسین الحسینی پچھلے پہر مصلیٰ عبادت پر بیٹھے اور صبح تک عبادت میں مصروف رہے۔تحریک کے پرستاروں کے دل دھڑک رہے تھے کہ اجتماع کامیاب ہو۔صبح دس بجے تک مینار پاکستان کی وسعت میں تنگی محسوس ہونے لگی تو احباب خوشی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ''آقا صاحب'' مینار پاکستان عوام سے بھر گیا ہے تو آپ نے انتہائی انکساری سے فرمایا ''تھوڑی دیر تک یہ اجتماع بادشاہی مسجد تک پہنچ جائے گا۔'' آخر ایسا ہی ہوا کہ ایک بجے تک مینار پاکستان، بادشاہی مسجد اور ان کے گرد ایک فرلانگ تک تل دھرنے کی جگہ نہ رہی بلکہ لوگ جگہ کی تنگی کے باعث درختوں پر سوار ہو گئے۔جس کا اعتراف ملک کے تمام اخبارات نے

بھی کیا۔ایک مشکل اور کڑے وقت میں آپ کی روحانیت نے ملت کا بھرم رکھ لیا اور آپ کی بات سچ ثابت ہوئی۔

اسیران ضرور وطن لوٹیں گے

۱۹۸۸ء کو حج کی ادائیگی کے بعد جب سعودی پولیس نے تحریک کے نائب صدر علامہ فاضل حسین موسوی، ڈاکٹر محمد علی نقوی اور سید اعجاز علی شاہ صاحب کو گرفتار کر لیا تو یہ بات زبان زد عام ہو گئی کہ سعودی حکومت ایران اور شیعت دشمنی کی بناء پر ان تمام حضرات کو تختہ دار پر لٹکا دے گی۔ اسی دوران ڈاکٹر محمد علی نقوی کی اہلیہ نے علامہ سید عارف حسین الحسینی کو صورتحال سے آگاہ فرمانے کی گزارش کی تو آپ نے سجاد حسین میکن کے ہاتھوں ڈاکٹر صاحب کے گھر پیغام بھجوایا کہ ''ڈاکٹر صاحب ہر حال میں واپس آئیں گے لہذا آپ بےفکر رہیں۔''

شب شہادت آپ نے اپنے آفس سیکرٹری، احسان جعفری صاحب سے پوچھا ''جعفری صاحب کیا اسیران مکہ کو سعودی عرب والے چھوڑ دیں گے''؟ انہوں نے کہا آقا صاحب کیا کہہ سکتا ہوں۔آپ نے فرمایا میں وثوق سے کہتا ہوں کہ وہ ضرور وطن واپس آئیں گے۔'' پھر ایسا ہی ہوا یہ اسیران تو وطن لوٹ آئے مگر خود قائد عظیم الشان نے اپنی جان کا فدیہ دے دیا۔

افراد کی شناخت

ایک مرتبہ آپ لاہور تشریف لائے تو ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور امام بارگاہ کی تعمیر اور اراضی کے بارے میں اپنی مشکلات سے آگاہ کر کے آپ کی مدد کا طالب ہوا۔حال دل بتاتے بتاتے وہ شخص رو پڑا آپ نے انہماک سے اس کی باتوں کا جائزہ لیا اور حوصلہ دے کر اسے رخصت کیا اور فرمایا کہ اس شخص پر کڑی نظر رکھیں کیونکہ اس کے زبان و دل میں مطابقت نہیں ہے۔ آخر تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس شخص نے کسی کی اراضی پر ناجائز قبضہ کر کے امام بارگاہ کا

شور برپا کیا ہوا تھا تا کہ وہ قوم اور رہنماؤں کا تعاون حاصل کر سکے حالانکہ وہ یہاں اپنا مکان بنانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ دوم اس شخص کا مذہب سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا بلکہ وہ غیر اسلامی حرکات کا ارتکاب کرتا تھا۔

یہ آپ کا کرایہ ہے

برادر انجم رضا لاہور نے واقعہ نقل کیا کہ کبیر والا ضلع ملتان کے ایک خطیب مسجد، شوق زیارت کی غرض سے آپ سے پشاور ملنے گئے تو کسی نے ان کی جیب سے رقم نکال لی۔ وہ بڑی مشکل سے آپ کے مدرسہ پہنچے آپ کے استفسار پر انہوں نے علاقہ کے حالات اور وجہ آمد بتائی مگر گفتگو کے دوران مولانا صاحب کرایہ کے بارے میں سخت پریشان رہے۔ ایسے میں علامہ عارف حسین الحسینی نے فرمایا "مولانا صاحب آپ حالات سکون اور تفصیل سے بتائیں میں آپ کی موجودہ مشکل سے آگاہ ہوں۔"

جب مولانا صاحب نے رخصت ہونے کے لئے خدا حافظ کہا تو آپ نے جیب سے تین سو روپے نکال کر مولانا کے حوالے کیے اور فرمایا کہ "یہ آپ کا کرایہ ہے۔"

کرنا کے پودے کا خوشبو دینا

سید اقرار حسین نقوی میانوالی نے واقعہ نقل کیا کہ پشاور میں آپ کا مدرسہ زیر تعمیر تھا اور مستری مزدوری بڑی تیزی سے کام کرنے میں مصروف تھے۔ ایک روز آپ ایک مستری جو اہلسنت مسلک سے تعلق رکھتا تھا کے پاس گئے دو اینٹیں لیں اور ان پر بیٹھ گئے۔ مدرسہ کی دیگر چیزوں کے بارے میں گفتگو کرتے کرتے قریب کھڑے ہوئے شخص نے "کرنا" کے ایک پودے کے بارے میں پوچھا کہا سے خوشبو پھیلانے تک کتنا عرصہ درکار ہے؟ تو آپ نے اطمینان سے فرمایا "یہ بہت جلد خوشبو سے ماحول معطر کرے گا۔"

آپ کی شہادت کے ایک دن بعد اس پودے پر دو تین پھول لگ گئے جن کی بھینی بھینی خوشبو سے پورا مدرسہ معطر ہونے لگا۔ جب مستری کی نظر اس پودے پر پڑی تو وہ دھاڑیں مار کر رونے لگا کہ چند دن قبل اس پودے کے بارے میں شہید عارف حسین الحسینی نے خوشبو کا ذکر فرمایا تھا اور آج بھی یہ شخص دھاڑیں مار کر کہتا ہے کہ کاش وہ اس عظیم سید سے فیضیاب ہوتا، کاش وہ آپ کی روحانیت کا ادراک کر لیتا۔

مدرسہ کیلئے رقم کا آنا

آپ کے قریبی رفیق اور مدرسہ کی تعمیر کے مسئول شبیر علی سے یہ واقعہ نقل ہے کہ ایک دفعہ آپ دس پندرہ دن کے دورے پر پشاور سے باہر چلے گئے۔ اس دوران مستریوں، مزدوروں اور سامان دینے والوں نے رقم کے لئے شبیر صاحب کو تنگ کیا ہوا تھا۔ جب قائد محترم تشریف لائے تو شبیر نے حالات سے آگاہ کیا اور مودبانہ کچھ رقم مرحمت کرنے کے لئے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ رات گزرنے دو، کل شام تک آپ کو مطلوبہ رقم مبلغ پچاس ہزار مل جائے گی۔

بعد میں شبیر علی نے اتفاقاً ڈرائیور سے پوچھا کہ کیا آقا صاحب کے پاس اس قدر رقم ہے؟ تو اس نے کہا کے میرے پاس آقا صاحب کا بریف کیس ہے جس میں صرف پندرہ سو روپے ہیں نہ جانے اتنی رقم کہاں سے لائیں گے؟

صبح ہو گئی رقم نہ ملی، دوپہر کے لمحات بیت گئے رقم نہ ملی عصر کے سائے ڈھلنے لگے مگر رقم نہ ملی، مغرب کا اندھیرا چھانے لگا مگر رقم نہ پہنچی۔ قائد محترم پرسکون نماز میں مصروف ہو گئے۔ دن بیت گیا تو سارے لوگ پریشان ہوئے کہ آج رقم نہیں ملی۔ اس طرح کی باتیں ہو رہیں تھیں مگر آپ انتہائی پرسکون عبادت میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے عشاء کی نماز ختم ہی کی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی ڈرائیور عباس نے فون سنا تو ایک شخص کراچی سے عربی میں بات کر رہا تھا۔ ڈرائیور نے آپ کو فون کے بارے میں آگاہ کیا تو آپ مصلیٰ پر ہی مسکرانے لگے، اٹھے فون سنا اور ڈرائیور سے کہا چند

گھنٹوں بعد ایک معزز مہمان تشریف لانے والا ہے کھانے کا بندوبست اور ائیر پورٹ پر ان کا استقبال کریں۔

چند گھنٹوں بعد وہ شخص مدرسہ میں تشریف لایا مدرسہ کی تعمیر کو غور سے دیکھا۔آپ سے ملت کے حالات پر سیر حاصل بحث کی اور جاتے وقت تقریباً ایک لاکھ روپے آپ کے سپرد کیے کہ یہ اس کا خمس ہے۔آپ جہاں مناسب سمجھیں خرچ کریں۔آپ نے مہمان کے جانے کے بعد اپنے رفیق کو بلایا اور کہا کہ یہ رقم لیں اور وعدہ کے مطابق متعلقہ افراد کا قرض اتاریں۔

شہادت کی تمنا

آپ اپنی اکثر نمازوں اور دعاؤں میں شہادت کی دعا طلب فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ ہر سفید ریش عالم دین اور ہر زائر امام حسین علیہ السلام سے اکثر شہادت کی دعا کی اپیل کرتے تھے۔آپ کے بہنوئی سید ذاکر حسین نے بتایا کہ ایک مرتبہ آپ گھر میں تشریف فرما تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہ مصلیٰ عبادت پر دعا مانگ کر خدا کی بارگاہ میں گریہ کر رہی تھیں کہ آپ کی نظر اپنی والدہ کی اس حالت پر پڑی۔آپ جلدی سے اٹھے والدہ ماجدہ کے پاؤں پکڑتے ہوئے عرض کی ایسے میں ان کیلئے شہادت کی دعا کریں۔ والدہ مزید اشکبار ہوگئیں کہ عارف بھلا اس عمر میں بھی کوئی موت کی دعائیں طلب کرتا ہے؟ آپ مایوس ہوئے مگر ماں نے آپ کیلئے شہادت کی دعا مانگی تو آپ نے پرسکون ہو کر فرمایا ''اب یہ سعادت مجھے ضرور نصیب ہوگی'' یہ وجہ تھی کہ لاہور میں علماء کے ایک اہم اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے انتہائی وثوق سے فرمایا تھا کہ: ''میں نے اپنے رب سے شہادت کی دعا طلب کی ہے مجھے یقین ہے کہ میری دعا قبول ہو چکی ہے۔''

روحانی طاقت

ایک مرتبہ دو شیعہ قیادتوں کے اتحاد کیلئے ضلع جہلم میں ایک کوشش ہوئی جس میں آپ وقت

پر پہنچ گئے مگر موسوی صاحب تشریف نہ لا سکے۔ کافی انتظار کے بعد آپ میر پور آزاد کشمیر میں ہونیوالی کانفرنس میں شرکت کیلئے چلے گئے واپسی پر اپنے احباب سے فرمایا کہ جہلم کے راستے چلیں مجھے محسوس ہوتا ہے کہ تحریک کی کامیابی کیلئے کوئی قدم اٹھنے والا ہے۔'' آپ اسی علاقہ میں واپس آئے تو وہاں کی با اثر معزز شخصیات نے سینکڑوں افراد سمیت موسوی صاحب کی قیادت کو ٹھکرا کر آپ کی قیادت کا ساتھ دینے کا عزم کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ہم آپ سے پشاور ملنے جا رہے تھے الحمداللہ کہ آپ تشریف لے آئے۔

قیادت کے بعد گھر میں فاقے

آپ کے برادر نسبتی آقا انصار حسین نے بتایا کہ آقا سید عارف حسین الحسینی کے قائد بننے کے بعد علاقہ کے چند مخالف لوگ آپ پر ایرانی ایجنٹ کا الزام لگایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔ کہ سید عارف حسین الحسینی کروڑوں روپے جمع کر رہے ہیں۔ مخالفین کے چرچے عام ہوئے تو ان کے دل میں بھی خیال آیا کہ اپنے بہنوئی سے اس بات کی تصدیق کرنی چاہئے۔ آخر ایک دن ایسا ہوا کہ آقا انصار حسین آپ کے گھر پشاور آئے۔ جب دستر خوان پر کھانا کھانے بیٹھے تو انصار حسین نے یہ کر خاموش تھے کہ کہیں آپ برا نہ منائیں کہ انصار حسین تم بھی میرے بارے میں یہ سوچتے ہو؟

ابھی یہ خیال ان کے ذہن تک محدود ہی تھا کہ آپ انصار حسین سے یوں مخاطب ہوئے ''آقا انصار آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ہمیں ایران سے امداد ملتی ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ قیادت سے قبل میرے پاس زیادہ رقم تھی یا قیادت کے بعد؟''

انصار حسین آپ کا یہ سوال سن کر ششدر ہوئے اور کہنے لگے ''صاف ظاہر ہے کہ قیادت کے بعد'' مگر آپ نے فرمایا پھر اپنے اندازے کا جواب اپنی بہن سے لے لو۔ جب انصار حسین نے اپنی بہن سے اپنا تجسس دہرایا تو انہوں نے جواب دیا کہ ''سید عارف حسین کی قیادت سے قبل کبھی

ہمارے گھر میں فاقہ نہیں ہوا تھا جبکہ قیادت کے بعد ہم کئی بار فاقوں سے دوچار ہو چکے ہیں۔''

شہید کے خون سے مہکتے پھولوں کی خوشبو

آپ کے مدرسہ کی تعمیر کے مسئول برادر نے حلفاً اقرار کیا کہ وہ وقت شہادت مدرسہ میں تھے جونہی فائر کی آواز اور پھر ماتم وگریہ کی آوازیں بلند ہوئیں تو وہ بھی اپنے قائد کی طرف دیوانہ وار دوڑے۔ جب مقتل پر پہنچے تو آقا سید جواد ہادی صاحب اور دیگر طلباء شہید کو ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے تھے۔ اور سینہ سے خون مسلسل بہہ رہا تھا۔ شبیر علی نے فوراً زمین پر بہنے والے بے گناہ خون پر ہاتھ مارے اور اپنے منہ پر مل لیے۔ بقول ان کے کہ شہید کی اس تازہ لہو سے مہکتے پھولوں کی منفرد خوشبو محسوس ہوئی۔

عارف حسین تو زندہ ہیں

عبداللہ چوکیدار باتیں کرتے کرتے جب ضبط کا بندھن توڑ بیٹھا تو سسکیاں لے کر کہنے لگا کہ عارف حسین تو زندہ ہیں۔ وہ خواب میں ملتے ہیں جو کہتے ہیں وہی ہوتا ہے۔ پھر اس نے آپ کے زندہ ہونے کی مثال یوں دی کہ ''علامہ عارف حسین الحسینی کی اچانک شہادت کے بعد پولیس نے شبہ کی بناء پر مجھے گرفتار کر لیا اور ایک ماہ کی مسلسل تفتیش کے بعد کسی کی طرف سے ضمانت نہ دینے کی وجہ سے جیل بھیج دیا۔ جب میں جیل چلا گیا تو میرے خلاف پروپیگنڈا ہوا کہ عبداللہ قاتل ہے جس کی وجہ سے کوئی شخص بھی مجھے جیل ملنے نہ آیا۔ حالت یہ تھی کہ جیب میں ایک روپیہ تک نہ تھا۔ سارا دن جیل میں روتے گزرتا اور رات کو طرح طرح کے خیالات ذہن کو مرتعش کر دیتے۔

آخر سزائے موت کے ایک قیدی نے ایک دن مجھ سے بے قراری کی داستان پوچھ لی۔ جب اس نے سنا کہ میں سید عارف حسین الحسینی کا باورچی اور خادم تھا تو اس نے بے ساختہ کہا کہ تم نے ولی کی غلامی کی ہے۔ آئندہ کھانا میرے ساتھ کھایا کرو۔ کھانے کا مسئلہ حل ہو گیا مگر میں رقم نہ

ہونے کے باعث ضرورت کی کوئی چیز بھی نہیں لے سکتا تھا۔ انتہائی اداس تھا کہ روتے روتے آنکھ لگ گئی۔ دیکھا کہ شہید قائد تشریف لائے ہیں اور پوچھا:

''عبداللہ اداس کیوں ہو''؟ میں نے مجبوری ظاہر کی تو آپ نے اپنی جیب سے پانچ سو کا نیا نوٹ نکالا اور مجھے تھما دیا۔ میری آنکھ کھلی تو خالی ہاتھ جیل میں تھا۔ روتے روتے پھر سو گیا۔ صبح ہوئی کوئی دس بجے کا وقت تھا کہ ایک قیدی نے اطلاع دی کہ تمہارے ملاقاتی آئے ہیں۔ خوشی خوشی گیٹ پر آیا تو سید امجد علی کاظمی ایڈووکیٹ اور مظفر علی آخوندزادہ آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے خود مجھے پانچ سو کا نوٹ دیا اور بالکل ویسا ہی تھا جیسا شہید نے خواب میں تھمایا تھا۔''

فکر نہ کرو میں کل کسی کو تمہاری ضمانت کے لئے بھیجوں گا

عبداللہ نے مزید انکشاف کیا کہ ''جب جیل میں کافی دن گزر گئے اور کوئی شخص میری ضمانت کے لئے نہ آیا تو میں ایک دن اداسی کے عالم میں گم تھا کہ اچانک میری بچی کا خط آیا۔ جس پر تحریر تھا کہ ''ابا جان تمھارے خلاف چند لوگوں نے پروپیگنڈہ کیا ہوا ہے کہ تم علامہ عارف حسین الحسینی کے قاتل ہو اگر ایسا ہوا تو خدا تمھیں معاف نہیں کرے گا۔ یہ باتیں سن کر امی دماغی توازن کھو بیٹھی ہیں، اکلوتا بھائی سخت بیمار ہے اور تمہاری ضمانت کرانے کے لئے کوئی شخص بھی تیار نہیں ہے۔''

یہ خط پڑھ کر مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ میں بے پناہ رونے کے بعد سو گیا دیکھا کہ شہید قائد پھر آ گئے۔ اداسی کی وجہ پوچھی میں نے گھر کے حالات بتائے تو آپ نے تسلی دیتے ہوئے کہا ''فکر نہ کرو میں کل کسی کو تمہاری ضمانت کے لئے بھیجوں گا۔''

صبح ہوئی تو پولیس والے نے مجھے اطلاع دی کہ تمھارا ملاقاتی ہے۔ میں گیٹ پر آیا تو احسان اللہ ہزارہ آیا ہوا تھا۔ اس نے مجھ سے کیس کی نوعیت پوچھی پھر بیس ہزار پر میری ضمانت کرائی اور میں دوسرے روز جیل سے باہر آ گیا۔''

محبت بس مجھے خواب کی تعبیر مل گئی

محبت علی حیدری آپ کا آفس سیکرٹری (جس سے قاتلوں نے پہلی ملاقات کی تھی اور فقیر گل اور بدرے نے مدرسے کا داخلہ فارم وصول کیا تھا) نے اپنا خواب یوں بیان کیا کہ ''قائد کی شہادت کے بعد حسرت تھی کہ کبھی وہ خواب میں ملیں مگر ایک ماہ گزر گیا۔ میری حسرت تشنہ لب رہی۔ ایک ماہ بعد ایک رات مجھے شہید خواب میں ملے اور صرف اتنا کہا کہ ''محبت علی جلدی فون اٹھاؤ''بس یہ کہہ کر آپ غائب ہو گئے۔ میں ملنے کے لئے جلدی سے اٹھ بیٹھا مگر خواب کی بات سمجھ سے بالاتر رہی۔ صبح ہوئی میں تحریک کے دفتر میں پہلا قدم رکھا تو سامنے پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بجی میں نے جلدی سے فون اٹھایا تو تفتیشی ٹیم کے پولیس افسر ایس پی زیدی صاحب تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ''محبت علی آپ کے قائد کا قاتل جمیل اللہ ساکن خویشگی رات گرفتار ہو گیا ہے اور اس نے جرم کا اعتراف کر لیا ہے۔''بس مجھے خواب کی تعبیر مل گئی۔

شہید زندہ ہوتے ہیں

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے کہ ''شہید زندہ ہوتے ہیں مگر تم ان کا ادراک نہیں رکھتے'' کے مصداق شہید سید عارف حسین الحسینی آج بھی زندہ ہیں مگر نظروں سے اوجھل۔۔۔۔آج بھی تحریک کے مسائل کے حل کیلئے انتہائی معتمد ساتھیوں کو خواب میں مل کر ہدایات جاری کرتے ہیں اور بالخصوص اپنے گھر کے بارے میں اہل خانہ کی ہر مرحلہ پر رہنمائی فرماتے ہیں۔

انتہائی مصدقہ اطلاع کے مطابق آپ اپنے دوسرے بیٹے علی حسینی جو قم میں زیر تعلیم ہیں کے بارے میں کئی ایک متقی دوستوں سے سفارش کرتے ہیں اور کئی بار قم میں مقیم پاکستانی طلباء سے اس خواہش کا اظہار کر چکے ہیں کہ وہ علی کو فلاں فلاں عالم دین کے دروس میں لے جائیں۔

مرض سے شفاء

برادر محمد علی ڈیرہ غازی خان نے آپ کی روحانیت کا ذکر کرتے ہوئے واقعہ سنایا کہ ''میں نے آئی ایس او کے اجتماعات میں کئی بار سید عارف حسین الحسینی کو دیکھا، کئی بار ان کے قریب بیٹھا مگر کبھی بات کرنے کا موقع نہ ملا کیونکہ آپ کے رعب اور نورانی جلال کی وجہ سے کبھی جسارت نہ ہوئی۔ آپ کی شہادت کے بعد اچانک میں بیمار ہوگیا۔ یہاں تک کہ میرا مرض لاعلاج تصور کیا گیا۔ جب زندگی کی کوئی امید نظر نہ آئی تو میں نے ایک دن یہی سوچا کہ اس دنیا سے چلا جاؤں گا۔ آئی۔ ایس۔ او کے محبوب دوستوں سے بچھڑ جاؤں گا۔ آئی۔ ایس۔ او کے خوب صورت دلکش اجتماعات ہوں گے مگر میں نہیں ہوں گا۔ یہی سوچتے اور اشک بہاتے بہاتے رات کو سو گیا۔ اچانک خواب دیکھا کہ علامہ سید عارف حسین الحسینی میرے پاس آئے مجھ سے پریشانی کی وجہ دریافت فرمائی۔

میں نے اشک بار آنکھوں سے داستان غم سنائی تو انہوں نے اپنے سر سے عمامہ اتارا اور میرے جسم پر پھیر دیا اور یہ کہہ کر چلے گئے کہ بے فکر رہو۔ بس صبح ہوئی طبعیت سنبھلنے لگی۔ مرض کافور ہونے لگا اور نئی زندگی کے ساتھ میں آج بھی آئی۔ ایس۔ او کے اجتماعات سے لطف اندوز ہوتا ہوں۔''

نماز پڑھنے کی جگہ مسجد تعمیر ہونا

آپ کے ڈرائیور غلام عباس نے آپ کے آخری سفر کی داستان سناتے ہوئے ایک منظر کی طرف اشارہ کیا انہوں نے بتایا کہ ''جب ۴ اگست ۱۹۸۸ء کی دوپہر جب آپ اپنے چچا کی ہسپتال سے عیادت کر کے نکلے تو پاراچنار میں ظہرین کی اذانیں ہورہیں تھیں۔ آپ کا معمول تھا کہ جہاں اذان کی آواز آپ کے کانوں سے ٹکراتی آپ گاڑی روک کر نماز ادا فرماتے مگر آج خلاف معمول ایسا نہیں کر رہے تھے۔ غلام عباس نے سوچا کہ شاید آگے علاقہ ''شبلان'' میں اپنے دوست حاجی

کمال حسین کے ڈیرہ پر نماز ادا کریں گے۔ مگر پاراچنار ختم ہو گیا اور آپ نے نماز کے لئے گاڑی نہ رکوائی۔ آج کی یہ ادا غلام عباس کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ آپ ''ٹل'' کے مقام پر پہنچے تو غلام عباس کو گاڑی میں تیل ڈلوانے اور نماز ادا کرنے کے لئے کہا جب کہ آپ نے پیڑول پمپ کے قریب ایک صاف جگہ پر مصلیٰ بچھایا اور نماز ادا کرنے لگے۔

غلام عباس نے سوچا کہ مسجد میں نماز پڑھ لیتے تو بہتر ہوتا کیونکہ علاقہ خطرناک ہے۔ آپ نماز سے فارغ ہوئے وہاں پر کھڑے طویل دعا مانگی اور پھر چل پڑے۔ بقول غلام عباس کے شہید کا خلاف معمول دیر سے اور پر خطر علاقہ میں لب سڑک نماز پڑھنے کی منطق سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ آپ کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد جب غلام عباس کا اس سڑک سے گزر ہوا تو اسے وہ وقت یاد آیا جب فرزند حسینؑ نے یہاں ظہرین کی آخری نماز ادا کی تھی۔ جونہی غلام عباس نے اس نماز والی جگہ کو دیکھا تو اسے وہاں ایک خوبصورت مسجد دکھائی دی۔ اس سے رہا نہ گیا اس نے مسجد کے بارے میں استفسار کیا تو معلوم ہوا کہ پٹرول پمپ کے مالک کو خواب میں بار بار یہ تاکید کی گئی کہ وہ اس جگہ مسجد تعمیر کرائے۔ یہ مسجد آج بھی راہ کربلا کے مسافر کے سجدہ ظہر کی نشانی ہے۔ جس کی حقیقت سے لوگ ناآشنا ہیں۔

روشنی تیرے سفیروں کا نشان باقی ہے
دامن شب میں چراغوں کا دھواں باقی ہے
مسکرائیں بھی کسی رت میں تو کیسے عارف
آنکھ میں تیری جدائی کا سماں باقی ہے

☆---☆---☆